

ولكن شبه لهم

ایک - ایم - طارق

© 1991 ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS LTD.

**Published by:**

**Islam International Publications Limited**

**Islamabad**

**Sheephatch Lane, Tilford,**

**Surrey GU10 2AQ U. K.**

**Printed by:**

**Raqeem Press**

**Islamabad, U. K.**

**ISBN 1 85372 415 7**

**Electronic version by [www.alislam.org](http://www.alislam.org)**

# فہرست مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
۱	لہ حیوانی صاحب کے کتابچہ کے متعلق ایک عمومی جائزہ	۱
۲	① عقیدہ حیاتِ مسیح کے متعلق لہ حیوانی صاحب کے دعوئے شجاع اُمت کی حقیقت۔	۲
۳	② نزولِ مسیح کے متعلق لہ حیوانی صاحب کا ایک حوالہ اداس کا جواب۔	۲۱
۴	③ حضرت امام مالکؒ کے عقیدہ وفاتِ مسیح پر اعتراض اداس کا جواب	۴۴
۵	④ حضرت امام ابن حزم کے عقیدہ وفاتِ مسیح کے متعلق اعتراض اور اس کا جواب	۴۶
۶	⑤ وفاتِ مسیح کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کے قول پر اعتراض کا جواب	۴۱
۷	⑥ علامہ عبید اللہ سندھی کی تفسیر الباقی الرحمن کے متعلق اعتراض کا جواب	۴۶
۸	⑦ عرب مصر اور ہندوستان کے ایک درجن سے زائد علماء کا عقیدہ وفاتِ مسیح حجت نہ ہونے کے متعلق اعتراض کا جواب	۳۸
۹	⑧ حیاتِ مسیح کے عیسائی عقیدہ کو اسلامی عقیدہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش اداس کا جواب	۳۹





## لُہیانوی صاحب کے کتابچے کے متعلق ایک عمومی جائزہ

مولوی محمد یوسف لُہیانوی صاحب کا ایک رسالہ ”نزولِ عیسیٰ علیہ السلام چند شبہات کا جواب“ نظر سے گزرا جو موصوف نے ایک ایسے ”سیدھے سادھے مسلمان“ کے کتب کے جواب میں لکھا ہے۔ جن کا احمیت سے کوئی واسطہ نہیں۔ مگر وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں۔ چنانچہ سائل نے اپنے خط کے آغاز میں ہی لکھا ہے کہ ”کئی محققین اُمت و وفاتِ مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں“ جناب لُہیانوی صاحب نے جوابی رسالہ میں اپنی تمام تر کوشش اور سعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ثابت کرنے کے لیے کی ہے۔ وہ اس میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں، اس کا اندازہ آپ کو آئندہ مطور سے ہو جائے گا۔ کیونکہ مردے کو زندہ ثابت کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ بالخصوص بیسیویں صدی کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں ایک عام انسان بھی ایسے دقیانوسی اور بودے عقیدہ کو قبول کر نیکے لیے آمادہ نہیں ہو سکتا، کجایہ کہ اہل علم و عقل جن کی فراست نورِ قرآن اور نورِ مصطفویٰ سے منور ہو، یہ عقیدہ رکھیں۔

حیاتِ مسیح کا عقیدہ ابتدائی صدیوں میں عیسائی نو مسلموں کے ذریعہ اسلام میں داخل ہوا، اور نزولِ مسیح کی پیشگوئی کے پس منظر میں بہت سے جید علماء بھی غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔ یہاں تک کہ مردہ زمانہ سے یہ عقیدہ اتنا راسخ ہوا کہ اصل الاصول سمجھا جانے لگا اور اس کے منکرین پر کفر کے فتوے لگائے گئے۔ بائیں ہمہ ہر دور میں ایسے علماء بھی پیدا ہوتے رہے جو اپنے نورِ فراست کے باعث اس عقیدہ کو رد کرتے رہے اور

قرآن و حدیث سے اس کے خلاف استنباط فرماتے رہے لیکن اب تو زمانے کے رنگ ہی بدل چکے ہیں اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس ناقابل فہم عقیدہ سے بیزار ہو چکی ہے۔  
 لدھیانوی صاحب نے وفات مسیح کے قائل، سائل کو جو طفل تسلیاں دینے کی کوشش کی ہے اس کے نمبر دار تجزیہ سے صاف روشن ہو جائے گا کہ وہ اس عقیدہ میں کس قدر غلطی پر ہیں۔

①

لدھیانوی صاحب تہمید میں فرماتے ہیں :-

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور دوبارہ تشریف آوری کا عقیدہ اختلافی نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک تمام اُمت کا اجماعی اور متفق علیہ عقیدہ ہے“

(رسالہ مذکورہ صفحہ ۷۲)

حیرت ہے کہ لدھیانوی صاحب ایسے اصل الاصول مسئلہ کے لیے قرآن اور سنت اور حدیث رسولؐ کو چھوڑ کر علماء کے نام نہاد اجماع کا رخ کر رہے ہیں۔ جس سے اُن کے موقف کی کمزوری صاف عیاں ہے۔

جناب والا!! اگر آپ کا موقف ایسا ہی مضبوط ہے تو قرآن و حدیث سے بات شروع کی ہوتی۔ آپ نے تو بگڑی ہوئی تاریک صدیوں میں غلط فہمی سے رواج پانے والے ایک کج عقیدہ کو اجماع کا نام دے دیا۔ اس اجماع کا پول تو ہم کھولیں گے ہی اور روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیں گے کہ آپ نے اس عقیدہ پر اجماع کی تعلیٰ کر کے کیسی ناحق جسارت کی ہے لیکن آپ اتنا تو فرمائیے کہ کیا آپ قرآن کو علماء کے اجماع پر مقدم نہیں سمجھتے؟ کیا علمِ دین ہونے کا دعوئے رکھنے کے باوجود آپ کو اتنی بھی خبر نہیں کہ اجماع کی بحث تو

اٹھتی ہی اس وقت ہے جب قرآن اور حدیث کی نصوص صریحہ قطعی فیصلہ میں مدد نہ ہو سکیں، پھر کیوں قرآن کو اولیت نہیں دیتے۔ نیز کیا قرآن حکیم پر ہی سب اُمت کا اجماع نہیں ہے۔ لیکن ہم خوب سمجھتے ہیں کہ یہ آپ کی مجبوری ہے۔ کیونکہ قرآن میں حیاتِ مسیح کی تائید میں ایک بھی آیت موجود نہیں جبکہ اس کے برعکس ایسی متعدد آیات ہیں جن سے قطعی طور پر وفاتِ مسیح ثابت ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے متعدد فرمودات بھی ہماری راہنمائی کر رہے ہیں جن سے وفاتِ مسیح قطعی طور پر مستنبط ہوتی ہے لیکن ایک بھی حدیث ایسی دکھائی نہیں دیتی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ مسیح علیہ السلام فوت نہیں ہوئے بلکہ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔

جہاں تک آپ کے نام نہاد اجماعِ اُمت کا تعلق ہے اس کا یہ حال ہے کہ متعدد بزرگانِ ملت و علمائے اُمت وفاتِ مسیح کے ہمیشہ قائل رہے اور قائل ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کے نزول کو استعارہ کا رنگ دیتے ہیں۔ مگر ہمیں حیرت اور تعجب اس پر ہے کہ آپ نے اس عظیم الشان اجماع سے کیوں آنکھیں بند کر لیں۔ جو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے معاً بعد ہوا۔ اسلام کے اس پہلے اجماعِ صحابہ کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں جگہ دی ہے۔ اور تین اسناد کے ساتھ مختلف مقامات پر تکرار اس کا ذکر کیا ہے۔ تفصیل اس عظیم الشان اجماع کی یہ ہے کہ وفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ اور آپ فرماتے تھے کہ خدا کی قسم مجھے اس بات پر دلی یقین تھا کہ حضور کی وفات نہیں ہوئی اور آپ مزدور ہمارے اندر دوبارہ تشریف لائیں گے۔

اسی دوران حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کی زیارت کی آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور عرض کیا! میرے ماں باپ آپ



پر قربان آپ زندہ ہونے کی حالت میں بھی پاک تھے اور آپ کو موت بھی اسی حال میں آئی۔  
 اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں کبھی جمع نہیں  
 کرے گا پھر آپ نے حضرت مسٹر کو مطالبہ کر کے فرمایا اے قسمیں کھانے والے بھڑھا!!  
 اللہ پھر آپ نے ایک زبردست مدلل تقریر فرمائی جس پر تمام صحابہؓ جو کثیر تعداد میں موجود تھے  
 آپ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:-

”اے لوگو! تم میں سے جو شخص مُسْتَدِی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ  
 جان لے کہ آپ وفات پا گئے ہیں اور جو شخص خدا کی عبادت کرتا تھا وہ  
 یقین رکھے کہ ہمارا خدا زندہ ہے اور اس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔“

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:-

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

(سورۃ البقرہ: ۱۲۵)

کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رسول ہی تو ہیں اور آپ سے پہلے سب رسول فوت  
 ہو چکے ہیں۔ لہذا آپ کی وفات کوئی اچنبہ نہیں ہے۔ اس پر لوگ بے اختیار ہو کر رونے لگے  
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو نبی حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی یں تو  
 سخت و بہشت زدہ اور حیران ہو کر رہ گیا۔ میری ٹانگیں میرے وجود کا بوجھ اٹھانے سے قاصر  
 رہ گئیں۔ اور میں زمین پر گر پڑا۔ خدا کی قسم! ایسے لگتا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کی اس آیت کی تلاوت  
 سے قبل لوگوں کو اس کا علم ہی نہ تھا۔ اور آپ سے سن کر لوگوں نے یہ آیت پڑھنا شروع  
 کر دی تھی کہ مدینہ کے ہر شخص کی زبان پر یہی آیت تھی۔

(بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم و کتاب الجنائز)

باب الدخول علی المیت و کتاب الناقب باب مناقب ابی بکر



لہذا انہی صاحب !

اب فرمائیے کہ آپ اس عظیم الشان اجماع صحابہ کا کس طرح انکار کریں گے۔ اگر کسی ایک صحابی کا بھی یہ عقیدہ ہوتا کہ حضرت مسیح نامری زندہ آسمان پر موجود ہیں تو وہ حضرت ابوبکرؓ کے تمام نبیوں کی وفات کی قرآنی دلیل کو بڑی قوت سے رد کرتا اور اعلان کرتا کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور اسی پر ہمارا اجماع ہے لہذا ابوبکرؓ کی یہ دلیل بالکل غلط اور بے حقیقت ہے کہ چونکہ سب گزشتہ انبیاء فوت ہو چکے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فوت ہونا تھا۔

صحیح بخاری، اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے مسلم الثبوت اس عظیم الشان اجماع کا منکر کون ہو گا؟ اس کا فیصلہ ہم لہذا انہی صاحب پر نہیں، ہر صاحب بعیرت پر چھوڑتے ہیں۔ آپ کے نام نہاد اجماع اُمت کو اس صحیح بخاری کی ایک حدیث نے پارہ پارہ کر دیا اور ہمیشہ کے لیے اس کا سر توڑنے کے لیے اس پر یہ آیت نگران رہے گی کہ

”وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ“

(آل عمران: ۱۴۵)

ترجمہ :- اور محمد صرف ایک رسول ہے۔ اس سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔

پس جناب مولوی صاحب! ہم ابوبکرؓ کے رنگ استدلال میں ہی گزارش کرتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود بنا رکھا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے وہ جان لے کہ قرآن کی رو سے اُن کا یہ خدا فوت ہو چکا ہے۔

پھر بھی آپ کی مزید تسلی کے لیے چند بزرگان اُمت کے حوالے پیش کرتا ہوں جن میں سے ہر ایک آپ کے اجماع کی تعلق کی قلعی کھول رہا ہے۔

۱۔ حضرت امام حسنؑ مسیحؑ کے جسمانی رفع کے خلاف اور روحانی رفع وطبعی موت کے قائل تھے  
ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وفات کے بارہ میں حضرت امام  
حسنؑ کا یہ قول نقل کیا ہے :-

”وَقَعْدُ قُبُصٍ فِي الثَّلَاثَةِ الَّتِي عُرِجَ فِيهَا بَرُوحُ عَيْسَى بْنِ مَرْيَمَ  
كَيْفَ سَبَّحَ وَعِشْرَتَيْنِ مِنْ رَمَضَانَ

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد۔ المجلد الثالث۔ فی البیہ من المهاجرین والافاضل)

در بیروت للطباعة والنشر

ترجمہ :- ”اور حضرت علیؑ کی رُوح اس رات قبض کی گئی جس رات میں عیسیٰ بن مریمؑ کی رُوح مرفوع  
ہوئی تھی یعنی ۴ ہر رمضان کی رات“

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ وفات مسیحؑ کے قائل ہیں! امام بخاری نے ان کا  
یہ مذہب اپنی صحیح میں یوں نقل کیا ہے ۔

۲۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُتَوَفِّيكَ مُعَيَّتُكَ

(بخاری کتاب ”التفسیر۔ سورۃ المائدہ)

یعنی ابن عباسؓ آیت ”يَا عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ خُذْ زِينَتَكَ وَاتَّبِعْنَا“ کے یہ معنی  
کرتے ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں ۔ (یعنی قائلین حیات مسیحؑ کی  
کی طرح توفی کے معنی آسمان پر اٹھانے کے نہیں کرتے)

۳۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے وفات رسولؐ کے بعد اپنے ایک خطبہ میں  
وفات عیسیٰؑ کا جوا اعلان کیا ۔

علامہ محمد بن عبد الوہابؒ اپنی کتاب ”مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم“ میں اس کا یوں  
ذکر فرماتے ہیں ۔

رَأَيْتُهُ قَالَ، مَا شَهِدْتُكُمْ عَلَى مُوسَى؛ قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ.  
قَالَ: فَمَا شَهِدْتُكُمْ عَلَى عِيسَى؛ قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ  
وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ  
عَاشَ كَمَا عَاشُوا وَمَاتَ كَمَا مَاتُوا ۝

(«مختصر میرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم» شیخ الاسلام عبدالقادر ابن عسکری بغدادی ص ۱۸۷)

دار العربیۃ للطباعة والنشر والتوزیع بیروت لبنان ص ۸۹ (بیروت لبنان)

۳۔ ترجمہ:- جاردین معلیٰ نے کہا اے لوگو! موسیٰ کے بارے میں تم کیا گواہی دیتے ہو۔  
انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول تھے۔ حضرت جاردین نے پھر پوچھا  
کہ عیسیٰ کے بارے میں تمہاری کیا گواہی ہے انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ  
کے رسول تھے اس پر حضرت جاردین معلیٰ نے فرمایا اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے  
سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول تھے۔ وہ اسی طرح  
زندہ رہے جس طرح پہلے رسول زندہ رہے اور اسی طرح وفات پا گئے جس طرح پہلے رسولوں  
نے وفات پائی۔

۴۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وفات مسیح کے قائل ہیں۔ علامہ شیخ محمد طہرانی تصنیف  
مجمع بحار الانوار میں لکھتے ہیں:-

وَدَاكَ كَثْرَةُ اَنْ عِيسَى نَحْيَمُثْ وَقَالَ مَالِكٌ مَاتَ،

(مجمع بحار الانوار ص ۳۹۹ زیر مدعا حکم مطبع انشائی نول کشود)

یعنی اکثر لوگوں کا تو یہی مذہب ہے کہ عیسیٰ نہیں مرے لیکن امام مالک کہتے  
ہیں کہ وہ فوت ہو گئے۔

۵۔ مشہور شیعہ عالم و بزرگ علامہ قسیمی التونی ص ۸۱ وفات مسیح کے قائل ہیں آپ اپنی کتاب

”اکمال الدین و اتمام النعمة فی اثبات الرجعة میں فرماتے ہیں :-

”وَلَمْ يَشْكُرُوا عَسَىٰ قَبْلَهُ وَصَلِيَّهُ إِلَّا أَنَّهُمْ تَوَقَّعُوا عَلَىٰ ذَٰلِكَ  
كَأَن تَكْذِيبًا يَقُولُهُ تَعَالَىٰ وَلَكِنْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ بَعْدَ أَنْ تَوَفَّاهُ“

(اکمال الدین و اتمام النعمة فی اثبات الرجعة - طبع الاقلم والحدیث الکبریٰ جعفر الصادق

محمد بن علی بن الحسین بن ابویہ القمی المتوفی ۳۸۰ھ ص ۲۱۹ - المطبعة الحیدریہ - النجف )

ترجمہ :- اور وہ (یعنی یہودی) مسیح کے قتل اور ان کو صلیب دینے پر قدرت نہ پا سکے کیونکہ  
اگر وہ اس پر قادر ہو جاتے تو اللہ کی بات جھوٹی نکلتی لیکن اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام  
کو طبعی طور پر وفات دی اور اس کے بعد ان کو روحانی رفعت عطا فرمائی ۔

۶ - مشہور شیعہ عالم علامہ جبائی وفات مسیح کے قائل ہیں ۔

علامہ طبرسی تفسیر مجمع البیان میں زیر آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي ... الخ فرماتے ہیں :-

”فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي“ اَي قَبَضْتَنِي اِلَيْكَ وَ اَمْتَنِي مِنَ الْجَبَائِيْ

دجمع البیان فی تفسیر القرآن لوللعلہ الشیخ ابوعلی الفضل بن الحسن الطبرسی - الجزء الثالث

ص ۲۱۹ احیاء التراث العربی - بیروت لبنان )

ترجمہ :- جب تو نے مجھے وفات دے دی اور طبعی موت دی ۔ یہ معنی علامہ جبائی نے کئے  
ہیں ۔

۷ - علامہ ابن تیمیہ اپنی تصنیف مجموعۃ الرسائل الکبریٰ میں وفات مسیح کا ذکر یوں فرماتے ہیں ،

”وَقَدْ عَلِمُوا أَنَّ هَٰذَا الَّذِي فِي التَّوَفَّاءِ وَالْإِنْجِيلِ مِنَ الْخَبَرِ عَنْ مُوسَىٰ  
وَعِيسَى بَعْدَ تَوَفِّيهِمَا لَيْسَ هُوَ مَحْمُومًا أَمْثَلَهُ اللَّهُ وَمِمَّا تَلَقَّوْهُ مِنْ  
مُوسَىٰ وَعِيسَى“

(الجزء الاول من مجموعۃ الرسائل الکبریٰ ص ۳۱۵ - شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس محمد بن عبدالحلیم ابن عبد السلام

بن تیمیۃ الحوانی الدمشقی المتوفی سنہ ۷۲۸ھ - منہ - وصلت - الطبعة الاولى سنة ۱۳۲۳ھ بالمطبعة العامة الشرفیة

بمصر علی نفقة شركة طبع الكتب العلمیة بمصر

ترجمہ :- اہد یہ بات ظاہر ہے کہ تورات اور انجیل میں حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام دونوں حضرات کی وفات کے بعد کے جو حالات تحریر ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام نہیں اہد نہ ہی ایسا کلام ہے کہ جس کو ان اہل کتاب نے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے اخذ کیا ہو (کیونکہ اس کا تعلق ان کی وفات کے بعد کے حالات سے ہے)

۸ - علامہ ابن قیمؒ زاد المعاد میں مسیح علیہ السلام کے جسمانی رفع کے عقیدہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

”وَأَمَّا مَا يَذْكُرُهُنِ الْمَسِيحُ أَنَّهُ رُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ وَلَهُ ثَلَاثُ وَثَلَاثُونَ سَنَةً، فَهَذَا لَا يُعْرَفُ لَهُ أَثَرٌ مُتَّصِلٌ بِحُبِّ الْمَصْنُوعِ لِنَبِيِّهِ“

(زاد المعاد فی حدی خیر العبادہ لابن قیم الجوزیۃ الامام الحدیث المفسر الفقیہ شمس الدین ابی عبد اللہ

محمد بن ابی بکر الدمشقی (۶۹۱-۷۵۱ھ) الجزء الاول منہ - موسسة الرسالة - بیروت - طبع ۱۴۰۱ھ)

ترجمہ :- اہد یہ جو مسیح کے بارہ میں مشہور ہے کہ وہ آسمان پر اٹھالیے گئے جبکہ ان کی عمر ۳۳ برس تھی، اس کی کوئی ایسی سند متصل موجود نہیں جس کی بناء پر اس قول کو قبول کیا جائے۔

۹ - آٹھویں صدی کے علامہ ابن حیان نے اپنی تفسیر بحر المحیط میں اہد بارہویں صدی کے علامہ شوکانی نے اپنی تفسیر فسخ التقدير میں بعض علماء سے توتی کے معنی موت نقل کر کے ان کے وفات مسیح کے قائل ہونے کا ذکر کیا ہے۔

”رَقِيقٌ هَذَا يَذْكُرُ عَلَى أَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ تَوَقَّأَ قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَهُ“

I بحر المحیط ج ۱ ص ۱۱۱ ناشر مکتبہ ومطبع النصر المدینہ - ریاض ۱۳۵۰ھ

II تفسیر فسخ التقدير علامہ شوکانی الجزء الثاني منہ - مطبع مصطفیٰ ابی الباقی الحلبي مصر

یعنی یہ کہا گیا ہے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو رفع سے پہلے وفات عطا فرمائی۔

۱۰۔ علامہ ابوسعلمہ اصفہانی وفات مسیح کے قائل ہیں۔

علامہ رازی اپنی تفسیر کبیر میں زیر آیت وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الْبَنِي

رَأُل مَرَانِ آیت (۸۳)

میں فرماتے ہیں:-

“(الْأَوَّلُ) مَا ذَكَرُوا أَبُو مُشَلِّمٍ الْأَصْغَهَانِي فَقَالَ: كَاهِرُ الْآيَةِ  
يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْبَنِي أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ مِنْهُمْ يَجِبُ عَلَيْهِمْ  
الْإِيمَانُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَبْعَثِهِ، وَهَلْ الْآبِيَاءُ  
عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَكُونُونَ مِنْهُ مَبْعُوثٌ مُحَمَّدٌ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زُمَرٍ الْأَمْوَآتِ”

(التفسير الكبير للإمام الفخر الرازي الجزء الثامن ملك، الطبعة الثانية)

انامو دارالکتب العلمیۃ طہران)

پہلی بات وہ ہے جس کا ذکر ابوسعلمہ اصفہانی نے کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا ظاہری مفہوم اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں سے پختہ عہد لیا تھا ان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت آپ پر ایمان لانا واجب ہے اور (امرواقعہ یہ ہے کہ) تمام انبیاء و بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت زمرۃ اموات میں ہوں گے۔

۱۱۔ علامہ محی الدین ابن عربی مسیح کے جہانی رفع کی تردید اور روحانی رفع کا ذکر کرتے

ہوئے بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

”رَفَعُ عَنِّي عَنِّيهِ السَّلَامُ اِنِّصَالَ تَرْجِيهِ عِنْدَ الْمَفَارِقَةِ هُنَّ  
اَلْعَالَمِ السَّغَلِي بِاَلْعَالَمِ اَلْعُلُوِّي“

(تفسیر القرآن الکریم للشیخ الاکبر العارف بالله علامۃ فی الدین  
بن عربی المتوفی سنۃ ۷۴۸ ھجرت تہذیب و تحقیق و تصدیق الکتورہ  
مصطفیٰ غالب المجلد الاول ص ۱۲۱ دارالاندلس للطباعة والنشر و

التوزیع - بیروت)

یعنی حضرت مسیح کا رفع دراصل ان کی روح کے عالم سفلی سے جدا ہو کر عالم علوی  
میں قرار پانے کا نام ہے۔

یہاں یہ امر یاد رہے کہ

علامہ ابن عربی کا تعلق ان بزرگ صوفیاء سے ہے جنہوں نے مسیح کی آمد ثانی کی ٹیگونی  
سے ان کا ایک دوسرے جسم کے ساتھ روحانی نزول مبرا لیا ہے۔  
چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

”وَمِمَّا كَانَ مَرْجِعُهُ اِلَى مَقَرِّهِ الْاَصْلِيِّ وَلَمْ يَعْشِ اِلَى اَنْكَمَالِ الْحَقِيقَةِ  
وَجَبَّ مَزْدَلُهُ فِي اَخِرِ الزَّمَانِ بِمَحَلِّهِ بِمَدِينِ الْاُخْرَى“

(تفسیر ابن عربی حوالہ مذکور)

یعنی جب مسیح کا مرجع اپنی اصلی مقبر کی طرف ہے اور ابھی وہ اپنے حقیقی کمال کو  
نہیں پہنچا لہذا آپ کا نزول آخری زمانہ میں ایک دوسرے جسم کے ساتھ تعلق کی صورت میں  
واجب ہے۔

یہی شہادت علامہ سراج الدین ابن الوردی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں دی ہے کہ  
مسلمانوں کا ایک گروہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے یہی معنی سمجھتا رہا ہے کہ وہ ایک اور وجود



میں متشکل ہو کر تشریف لائیں گے نہ کہ اپنے وجود کے ساتھ۔ اب کہاں گیا آپ کا اجماع؛  
گزشتہ تیرہ صدیوں میں اس مزعومہ اجماع کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں۔

علامہ ابن الودی کی شہادت ملاحظہ ہو۔

وَقَالَتْ فَرَقَةٌ مُّزَوَّلَةٌ عِيسَى خَرُوجَ رَجُلٍ يَشْبُهُ عِيسَى فِي الْفَعْلِ وَ  
الشَّوْرِ كَمَا يَقَالُ لِلرَّجُلِ الْخَيْرِ مَكَتُهُ وَيُسْتَرِيرُ شَيْطَانٌ تَشِينُهُ  
بِهِمَا قَدَا يُؤَادَا لَآعِيَانِ

(خریجہ العجائب و فریحة الغرائب ص ۲۶۳ تصنیف مراجع العین البرخس عمر بن الودی توفی ۷۷۲ھ)

مطبعة البیروت مصر۔ الطبعة الثانیة

اور ایک گروہ کہتا ہے کہ نزول عیسیٰ سے مراد ایسے شخص کی آمد ہے جو فضیلت اور شرف  
میں عیسیٰ سے مشابہ ہو جس طرح اچھے آدمی کو فرشتہ اور بُرے کو شیطان کہہ دیتے ہیں  
اور اس سے مراد فرشتہ و شیطان نہیں بلکہ ان سے مشابہت ہوتی ہے۔

۱۲۔ امام ابن حزم وفاتِ مسیح کے قائل ہیں اپنی کتاب المحمل میں فرماتے ہیں:-

”فَإِنَّ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يُقْتَلْ وَلَمْ يُصَلَّبْ وَلَكِنْ تَوَقَّاهُ اللَّهُ  
خَرُوجًا ثُمَّ وَفَّعَهُ إِلَيْهِ“

(المحلی لمناظرہ الامام محمد بن حزم الاندلسی النظار فی الجزء الاول ص ۷۷ مطبعة الامام ۱۳۰۳ھ شارع

قرزل النشیه باعانة بصر)

یعنی عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے نہ صلیب پر مار گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات  
دی پھر ان کو دفعہ بخشی۔

۱۳۔ امام اکبر سلامہ محمد شکتوت مفتی مصر نے الفتاویٰ میں نہایت شد و مد سے وفاتِ

عیسیٰ کا فتویٰ دیا ہے، فرماتے ہیں:-

وَالْمَعْنَى أَنَّ اللَّهَ تَوَكَّلْ عَلَى عَيْسَى وَرَفَعَهُ إِلَيْنَا وَطَهَّرَهُ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا...  
 .... وَقَدْ فَسَّرَ الْأَنْبِيَاءُ قَوْلَهُ تَعَالَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ بِوُجُوهِ  
 مِنْهَا - وَهُوَ أَظْهَرُهَا - إِنِّي مُتَوَفِّي أَجَلَكَ وَمُهَيِّئُكَ حَتْفَ  
 أَنْفِكَ لَا أُسَلِّطُ عَلَيْكَ مَنْ يَقْتُلُكَ، وَهُوَ كِنَايَةٌ عَنْ عَصَمَتِهِ  
 مِنَ الْأَعْدَاءِ وَمَا هُمْ بِصَادِقِينَ مِنَ الْفِتْلِ بِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
 لِأَنَّهُ يُلْزَمُ مَنْ سَيِّغَا اللَّهُ أَجَلَهُ وَمَوْتَهُ حَتْفَ أَنْفِهِ ذَلِكَ  
 "وَلَا يَهْرَأُ أَنْ الرِّقْعُ الَّذِي يَكُونُ بَعْدَ التَّوْفِيقِ - هُوَ رَفْعُ الْمَكَانَةِ  
 لَا رَفْعُ الْجَسَدِ" -

"فَمَنْ أَتَى تَوَفَّيَ حَلَمَةَ السَّمَاءِ مِنْ حَلَمَةِ رِائِي؟ اللَّهُمَّ  
 إِنَّ هَذَا الظُّلْمَ وَالشَّعْبِ الْفَرَّانِ الْوَارِثِ خُضُوعًا لِقَمْعٍ وَ  
 رِوَايَاتٍ لَمْ يَقُمْ عَلَى الظَّنِّ بِهَا - فَضْلًا عَنِ الْيَقِينِ - بَرَّهَانُ  
 وَلَا يَشْبَهُ بَرَّهَانًا"

(الفتاوى دراسة مشكلات المسلم المعاصر في حياته اليومية والعامة)

الامام الاكبر محمود شلتوت مكتبة دار الشروق

ترجمہ :- علامہ محمود شلتوت آیت یاعیسیٰ ابی متوفیک... الخ کی دلیل دیتے ہوئے  
 فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کے ساتھ یہ سب وعدے  
 پورے کئے) ان کو وفات دی اور عزت دی اور کافروں سے پاک کیا - پھر لکھتے ہیں  
 علامہ الرسی نے اپنی تفسیر میں متوفیک کے کئی معنی کئے ہیں ان میں سے سب سے  
 مضبوط معنی یہ ہیں کہ میں تیری عمر پوری کر کے تجھے طبعی موت سے وفات دوں گا اور  
 میں تجھ پر ایسے لوگوں کو مسلط نہیں کروں گا جو تجھے قتل کر دیں اور دراصل یہ وعدہ

یسح کی دشمنوں سے حفاظت اور یسح کو جن کے ارادہ قتل سے بچانے کا اشارہ اپنے اندر رکھتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یسح کی عمر کو پورا کرنے اور موت سے طبعی وفات لازم آتی ہے۔ پھر رفع کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ رفع جو توفی کے بعد ہو سکتا ہے وہ رفع مرتبہ ہی ہے رفع جسمانی نہیں۔

پھر رفع سماوی کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رَبَّنَا نَجِّنَا مِنْهُ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ وَالْيَوْمِ وَالْآخِرِ میں آسمان کا کوئی لفظ موجود نہیں (پھر جسمانی رفع کے قائلین کی طرف سے آسمان کا لفظ کہاں سے لیا جاتا ہے یقیناً یہ قرآن کے ایک واضح مفہوم کے ساتھ زیادتی ہے جس لیے فقہ اور خلقی روایات قبول کرتے ہوئے جن پر کوئی دلیل تو کیا دلیل کا کوئی ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں۔

۱۴۔ مفسر قرآن علامہ مفتی محمد عبدہ (قاہرہ) وفات یسح کے قائل ہیں۔ آیت اِنِّیْ مُؤْتِیْکَ (انہی عمران) کی تفسیر میں لکھتے ہیں

”فَاِنَّ هَذِهِ بَشَارَةٌ لِّمَا نَجَّيْنَاهُ مِنْ مَّكْرِهُمْ وَكَمَ يَسْأَلُوْا مِنْهُ مَا كَانُوْا يَزِيْدُوْنَ جَانِمَكْرٍ وَالتَّحِيْلَةُ..... فَالْمُتَّبَاعُ فِي الْاَيَةِ اِنِّیْ مُؤْتِیْکَ وَجَاعِلُکَ بَعْدَ الْمَوْتِ فِي مَكَانٍ رَفِیْعٍ کَمَا قَالِیْ اِذْ رِئِیْسٌ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَرَفَعْنَا مَكَانًا عَلِیًّا“

(تفسیر القرآن الحکیم الامتاز محمد عبدہ جز ثالت ص ۳۱۶ طبعۃ

الادلی مطبعہ منار مصر ۱۳۲۵ھ)

پس یہ آیت یسح کو یہود کی تدبیر اور حیلہ سے بچانے کے لیے بشارت ہے۔ اور یہ کہ جو تدبیر وہ یسح کے خلاف کرنا چاہتے تھے اس میں کامیاب نہیں ہوئے۔ پس آیت کے اولین معنی یہی ہیں کہ (اے عیسیٰ) میں تجھے موت دینے والا ہوں اور موت کے بعد ایک عزت

رفت والی جگہ میں رکھنے والا ہوں جس طرح حضرت ادریسؑ کے بارہ میں فرمایا کہ ہم نے اسے عزت والے مقام پر جگہ دی۔

۱۵۔ مفسر القرآن علامہ رشید رضا (قاسمہ) اپنی "تفسیر القرآن الحکیم" میں زیر آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ رَاٰلِ عِزِّیْنَ کی طبعی موت اور رفع روحانی کا یوں ذکر فرماتے ہیں :-  
 (قَالَ) اِنَّ الْاٰیَةَ عَلٰی ظَاهِرِهَا وَ اِنَّ التَّوْفِیَّ عَلٰی مَعْنَاہُ الظَّاهِرِ  
 اَلْمُبَادِرُ وَهُوَ اِلٰی مَآئِةٍ اَنْعَادِیَّةٍ اِنَّ اَلرَّفْعَ یُکُوْنُ بَعْدًا وَهُوَ  
 رَفْعُ الرُّوحِ ۝

(تفسیر القرآن الحکیم الجزء الثالث ص ۱۱۱۔ تالیف امجد محمد رشید رضا مفتی النار۔ الطبعة الثانية۔  
 ۱۔ صدقہ دار المنار ص ۱۱۱ شارح الانشا قاسمہ بسنتہ ۱۳۶۶ھ)

ترجمہ : اور دوسرا طریق یہ ہے کہ اس آیت کو اس کے ظاہری معنی پر مانا جائے اور توفی کے ظاہری اور متبادر معنی تسلیم کیے جائیں جو کہ عام طبعی موت کے معنی ہیں اور یہ تسلیم کیا جائے کہ رفع اس موت کے بعد ہے اور اس سے مراد روحانی رفع ہے۔

۱۶۔ مفسر القرآن علامہ احمد المصطفیٰ المراعی وفات مسیح کے قائل ہیں۔ وہ آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

اِنَّ الْاٰیَةَ عَلٰی ظَاهِرِهَا وَ اِنَّ التَّوْفِیَّ حُوَالًا مَّآئِةٍ اَنْعَادِیَّةٍ وَ اِنَّ  
 اَلرَّفْعَ بَعْدًا بِرُفْعِ . . . . . وَ اَلْمَعْنٰی اِنِّیْ مُعِیْشُکَ وَ جَاعِلُکَ اَبَدًا اَوْ اَبَدًا  
 مَّا یَرْفَعُ کَمَا قَالَ فِیْ اٰدِیْسٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ رَفَعْنَاوْکَ مَکَانًا عَیْبًا ۝

(تفسیر المراعی الاستاذ احمد مصطفیٰ الراعی جز ثالث ص ۱۶۹ مکتبہ الطبع مصطفیٰ البیالی الملبی مصر)

یعنی آیت سے ظاہری معنی مراد ہیں اور توفی سے طبعی موت مراد ہے اور اس موت کے بعد رفع سے روحانی رفع مراد ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں تجھے موت دینے والا

ہوں اور طبعی موت کے بعد بلند مقام میں رکھتے والا ہوں جس طرح حضرت ادریس علیہ السلام کے بارہ میں آیت میں مذکور ہے کہ سنان کو بلند مقام پر رفعت دی۔

۱۷۔ علامہ ڈاکٹر محمد محمود مجازی (رپورٹ فیروز جامعہ ازہر) تفسیر الواضح میں اپنی متوفیت کی تفسیر میں وفات مسیح اس طرح ثابت فرماتے ہیں:-

”مَكَرَ اللَّهُ بِهِمْ إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ اذْكُرْ مَا عَلَيْكَ مِنْ حَقِّكَ أَجَلَكَ كَمَا مَلَائِكَةُ يَتَّبِعُونَكَ مِنْهَا مَنْزِلٌ وَفِيهَا يُصْرَفُ مَا يَرْجُو الْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ أُولَئِكَ مُقَرَّبُونَ بِأَلْفِ سَنَةٍ أَوْ مَعَهَا زَوْجٌ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ كَفَرُوا أَجَلًا كَمِثْلِ أَجَلِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ لَفَتَّرُوا فِيهِمْ وَلَكِنْ لَمْ تُدْرِكُوا الْآجَلَ فَوْتُمْ بِمَا كُنتُمْ فِيهِ كَاذِبِينَ“

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اُن کے خلاف تدبیر کی جب اس نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تیری کامل عمر پوری کر دوں گا۔ اور کوئی زیادتی کرنے والا تجھ پر اپنا دست دراز نہیں کر سکے گا۔ پس یہ مسیح علیہ السلام کے لیے ان یہود کے مکروں اور تدبیروں سے نجات کی ایک بشارت تھی اور ذاکر نے اس مقام میں رفعت مراد ہے اور اس رفع سے مراد مرتبہ کا رفع ہے کسی جگہ پر سبحانی رفع ہرگز مراد نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ادریس علیہ السلام کی شان میں فرماتا ہے وَرَفَعْنَا مَعَهَا عَلِيًّا۔ اور جیسا کہ مومنوں کے بارے میں فرمایا ابْنِ مَرْيَمَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مَقْعَدِ صِدْقٍ۔ پس ذاکر کے معنی (واللہ اعلم) یہ نہیں ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا رفع آسمان کی طرف ہوا اور یہ کہ وہ دنیا کے آخر میں پھر اتریں اور اپنی مدت پوری کر کے فانی ہو گئے۔

لے تفسیر الواضح ڈاکٹر محمد محمود مجازی جامعہ ازہر والاولیٰ مطبوعہ الاستیعاب الکبریٰ بالقاهرة

۱۸۔ استاذ عبد الوہاب النجار وفاتِ مسیح کے قائل ہیں۔ اپنی تصنیف قصص الانبیاء میں حضرت مسیح نامری علیہ السلام کے انجام کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں :-

«وَالَّذِي اخْتَارَهُ أَنْ يَحْيَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ اتَّجَاهَ اللَّهُ مِنْ شَيْهُوْدٍ  
فَلَمْ يَقْبَضُوا عَلَيْهِ وَلَمْ يَقْتُلْ وَلَمْ يَصْنَبْ وَإِنْ اتَّوَجَّهَ الشَّامِي  
وَهُوَ ابْنُ الْمُرَادِ مِنَ الْآيَةِ أَرَىٰ مُتَوَقِّفًا بِحُكْمِكَ وَ مُبْتَلًى  
خُشْفَ أَنْفِكَ لَا أُسَلِّطُ عَلَيْكَ مَنْ يَغْتَلِبُكَ وَإِنَّ الْآيَةَ كُنَايَةً  
مِنْ عِصْمَتِهِ مِنَ الْأَعْدَاءِ هُوَ اتَّوَجَّهَ الْوَجْهَ الَّذِي يَحِبُّ أَنْ  
يُصَارَ إِلَيْهِ»

(قصص الانبیاء ص ۳۳۳ تالیف عبد الوہاب النجار الطبعة الثالثة دار احیاء التراث العربی)

(شاعر خمدیا - بیروت)

حضرت مسیح نامری علیہ السلام کے بارے میں مختلف آراء کا ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ وہ موقف جو میں اختیار کرتا ہوں یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہود سے نبی بنا دی اور وہ آپ پر قدرت نہ پاسکے اور آپ کو قتل نہ کر سکے نہ ہی صلیب دے سکے نیز یہ کہ مذکورہ معافی میں سے توفی کے یہ دوسرے معنی ہی دراصل مراد ہیں کہ میں تیسری مدتِ عمر کو پورا کرنے والا ہوں اور تجھے طبعی موت دینے والا ہوں اور تجھ پر ہرگز ایسے لوگوں کو مسلط نہیں کروں گا جو تجھے قتل کر دیں۔ اور یہ کہ آیت مُتَوَقِّفُكَ مسیح کو ان کے دشمنوں سے بچانے کے لیے کنا یہ ہے۔ یہی حاصل وہ مضبوط معنی ہیں جو اختیار کرنے چاہئیں۔

۱۹۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب (چاچڑاں شریف والے) وفاتِ مسیح کے قائل ہیں۔ اشاراتِ فریدی میں لکھا ہے :-

«مَنْ دَرَّرَ فَرَفَعَ حَضْرَتُ عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنْتَادَوْهُ لِيُزِيلَ عَنْ عَرْشِ كِبَرِهِ قَبْلَهُ حَضْرَتُ عِيسَىٰ عَلَيْهِ

السلام بایں جسید عنصری مرفوع شدہ اندیا بعد موت عرفی روح پاک اوشاں مرفوع گردیدہ  
است۔ حضور فرمودند کہ بچوں دیگر انبیاء و اولیاء مرفوع گشتہ اند

(اشارات فریدی حصہ چارم ص ۳۶ اور مطبع رفیق عام لاہور ص ۳۶)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے بارہ میں بات چل پڑی۔ حاضرین مجلس میں سے  
ایک نے عرض کیا کہ قبلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس ظاہری جسم کے ساتھ رفع ہوا یا  
طبعی موت کے بعد آپ کی پاک روح کو رفع و منزلت عطا ہوئی۔ حضرت خواجہ صاحب  
نے فرمایا کہ دیگر انبیاء و اولیاء کی طرح ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی رفع ہوا ہے۔  
یعنی روحانی رفع۔

۲۰۔ علامہ عبید اللہ سندھی "الامام الرحمان فی تفسیر القرآن" (اردو ترجمہ) میں فرماتے ہیں :-

"مُحَمَّدٌ تَحْجَّے مارنے والا ہوں۔ یہ جو حیات عیسیٰ لوگوں میں مشہور ہے یہ یہودی  
کہانی نیز صابی من گھڑت کہانی ہے"

الامام الرحمان فی تفسیر القرآن سورۃ الناحہ تا سورۃ المائدۃ از مجدد اعظم امام انقلاب  
علامہ مولانا عبید اللہ سندھی ص ۲۴۔ ناشر علامہ مولانا محمد معاذیہ۔ ادارہ بیت الحکمتہ للامام ولی  
اللہ المدظلوی۔ کبیر والہ۔ ضلع طتان جنگ روڈ

۲۱۔ نواب اعظم یار جنگ وفات مسیح کے قائل ہیں آپ تحریر فرماتے ہیں :-

"حضرت عیسیٰ یقیناً مر گئے جس کی خبر قرآن مجید میں دوسری جگہ دی گئی ہے

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ خُذْ هَذَا الصَّلَافَ الَّذِي فِي يَدَيْكَ وَثَاقُكَ وَثَاقُكَ إِلَىٰ

جس کی تفسیر میں مفسرین نے بہت کچھ پس و پیش کیا ہے۔ بلکہ اس کو بالکل الٹ دیا ہے وہ  
یوں پڑھتے ہیں رَافِعُكَ اَتَىٰ وَثَاقُكَ مَرَّاسِلُ قُرْآنِ کی تو یہ عبارت نہیں ہے اگر مفسرین  
نے کوئی نیا قرآن بنایا ہو تو اس میں ہوگی پھر دوسری جگہ اللہ بھی صاف ہے۔



فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيَّهِمْ (مائدہ : ۱۱۴)

کہ حضرت عیسیٰ جناب باری میں عرض کریں گے کہ جب تو نے مجھے وفات دے دی تب تو ان پر نگہبان رہا ان دونوں آیتوں میں وفات کا ذکر ہے اور یہ موت کی دلیل ہے ۔  
اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا۔ (زمر : ۴۳)

پس ان کی وفات کی خبر بہت صاف ہے

و تہذیب الاخلاق جلد سوم <sup>صفحہ ۲۲۲</sup> معانی نواب اعظم یار جنگ مولوی محمد چراغ علی خان فناناٹل سیکرٹری  
حیدرآباد دکن ملک فضل دین ، ملک چمن دین ، ملک تاج الدین کے زنی ، تاجران کتب مطبوعہ ۱۸۹۶ء

۲۲۔ سر سید احمد خاں وفات مسیح کے قائل ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں :-

”حضرت مسیح کے واقعات میں جیسے کہ آپ کی ولادت کا مسئلہ بحث طلب ہے  
ویسا ہی آپ کی وفات کا مسئلہ بھی غور کے لائق ہے۔۔۔۔۔۔ ہم کو قرآن مجید پر غور کرنا  
چاہیے کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ کی وفات کے متعلق چار جگہ  
ذکر آیا ہے۔۔۔۔۔۔ پہلی تین آیتوں (آل عمران ۴۹ و مائدہ ۱۱۸ و مریم ۳۳ تا ۳۵  
ناقل) سے حضرت عیسیٰ کا اپنی موت سے وفات پانا علانیہ ظاہر ہے مگر جو کہ علماء اسلام  
نے بہ تعلیل بعض فرق نصاریٰ کے قبل اس کے مطلب قرآن مجید پر غور کریں یہ تسلیم کر لیا تھا  
حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں اس لیے انہوں نے ان آیتوں کے بعض الفاظ کو اپنی غیر  
محقق تسلیم کے مطابق کرنے کی بے جا کوشش کی ہے۔۔۔۔۔۔ اور چوتھی آیت میں لفظ  
رفع کا بھی آیا ہے جس سے حضرت عیسیٰ کی قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہے۔“

(تصانیف احمدیہ حصہ اول جلد چہارم تفسیر القرآن جلد دوم صفحہ ۲۴ تا ۲۷ ۱۹۰۳ء)

مطبع مفید عام آگرہ بابتہام محمد قادر علی خاں صوفی)

۲۳۔ مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں :-

”وفات مسیح کا ذکر خود قرآن میں ہے۔“

(ملفوظات آزاد - مرتب: محمد اجمل خان ص ۱۳۱)

۲۴ - علامہ عنایت اللہ مشرقی (بانی خاکسار تحریک) اپنی تفسیر تذکرہ ”ذریعہ آیت بل رُفِعَہُ“  
اللہ اَیُّہ میں فرماتے ہیں:-

”بلکہ اس میں یہ عبرت انجیز سبق موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ کی موت بھی  
اسی سنت اللہ کے مطابق واقع ہوئی تھی جس کی بابت قرآن نے کہا ہے  
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (طہ: ۳۵)

(تذکرہ مجدد اول ص ۱۱۱ طبع قرآن الہامان محمد عنایت اللہ عن المشرقی السندی - مطبع وکیل  
امرتہ میں باہتمام شیخ محمد عبدالعزیز ناظم طبع ہو کر ادارۃ الاشاعتہ للتذکرۃ امرتہ پنجاب شائع ہوئی)  
۲۵ - غلام احمد پرویز ایڈیٹر ماہنامہ طلوع اسلام شعلہ مستورہ میں فرماتے ہیں:-

”باقی راعیساٹیوں کا یہ عقیدہ کہ آپ زندہ آسمان پر اٹھالیے گئے تھے، تو قرآن سے  
اس کی بھی تائید نہیں ہوتی بلکہ اس میں ایسے شواہد موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ  
نے دوسرے رسولوں کی طرح اپنی مدت عمر پوری کرنے کے بعد وفات پائی۔“  
(سلسلہ معارف القرآن شعلہ مستورہ ص ۲۷ - شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام لاہور)

۲۶ - علامہ اقبال نے ص ۹۳ میں جماعت احمدیہ کے بارہ میں اپنے ایک مضمون میں وفات  
مسیح کا کھلے لفظوں میں اقرار کرتے ہوئے لکھا:-

”جہاں تک میں اس تحریک کا مفہوم سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ مرزائیوں  
کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک فانی انسان کی مانند جام مرگ نوش  
فرما چکے ہیں نیز یہ کہ ان کے دوبارہ ظہور کا مقصد یہ ہے کہ روحانی اعتبار  
نے ان کا ایک مثل پیدا ہو گا کسی حد تک معقولیت کا پہلو لیے ہوئے ہے۔“

(مرزا نیت کے متعلق پنڈت جواہر لال نہرو کے جواب میں شاعر اسلام منکر مشرق علامہ ڈاکٹر  
 سر محمد اقبال مدظلہ العالی کا بصیرت افروز بیان صفحہ ۶۲ ناشر سیکرٹری شعبہ اشاعت و تبلیغ مسجد مبارک  
 برائڈرس روڈ لاہور، مار فروری ۱۹۷۱ء نیز احمدیت اور اسلام و ختم نبوت اولیاء طلوع کراچی  
 لدھیانوی صاحب !!! اب فرمائیے کیا ان علماء نے آپ کے اجماع حیات مسیح کی  
 دجیاں بکھیر کر نہیں رکھ دیں۔ ربط نزول مسیح پر اجماع تو اس بارہ میں آنجناب نے شرح  
 فقہ اکبر کی عبارتیں نقل کرنے کا خواہ مخواہ تکلف کیا ہے۔ آپ بھی جانتے ہیں کہ نزول مسیح  
 ایک پیشگوئی ہے جس کا تعلق امورِ غیبیہ سے ہے۔ اجماع تو زمانہ ماضی یا حال کے واقعات  
 پر ہوتا ہے۔ غیب کا تعلق تو مستقبل سے ہے۔ جس پر اعلان لا مافرض ہے لیکن اس پر اجماع  
 چہ معنی وارد؟ پھر سوچئے کہ جس غیب کی حقیقت ہی معلوم نہیں اس پر اجماع کا مطلب کیا  
 ہوا؟ جہاں تک نزول مسیح کی پیشگوئی کا تعلق ہے۔ ایک موعود مسیح مہدی کی آمد اور بعثت  
 پر نہ صرف ہمارا ایمان ہے بلکہ ہم تو ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے پر گواہ بھی بن چکے ہیں۔  
 جبکہ مسیحؑ کے نزول کے انتظار کرنے والے مسلمان ۱۴۰۰ سالہ طویل انتظار سے تنگ آ کر اب  
 بالآخر اس عقیدہ سے ہی منکر ہو گئے جاتے ہیں۔

(۲)

آپ نے نزول مسیحؑ کے حق میں مسیح پر علامہ سیوطی کے رسالہ "الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ  
 السلام" کا حسب ذیل حوالہ دینے کی بھی زحمت فرمائی ہے  
 "ثُمَّ يُقَالُ لِهَذَا الْمَزَاعِمِ حَلِ اَنْتَ اخَذْتَ بظَاهِرِ الْحَدِيثِ  
 مِنْ غَيْرِ حَمَلٍ عَلَى الْمَعْنَى الْمَذْكُورِ، فَيَلْزَمُكَ اَحَدُ  
 اِمْرَتَيْنِ اِمَّا نَفَى نَزُولِ عِيسَى اَوْ نَفَى النَّبُوَّةِ عَنْهُ وَكُلَاهُمَا

کفر

بحوالہ الحادی لغت ص ۲۲۶

پھر اس مُذی سے کہا جائے گا کہ کیا تم اس حدیث کے ظاہر کو لیتے ہو اور جو مطلب ہم نے اس کا کیا ہے اس پر عمل نہیں کرتے ہو؟ تو اس صورت میں تجھے دو میں سے ایک صورت لازم آئے گی یا یہ کہ نزولِ صبی علیہ السلام کی نفی کر دیا بوقت نزول ان سے نبوت کی نفی کر دے اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔

خبر لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

شاید آنجناب نے "الحادی" میں یا تو اس حوالے کا سیاق و سباق ملاحظہ نہیں فرمایا یا پھر عملاً کتر بیونت سے کام لے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نزولِ مسیح کا انکار کفر ہے۔ نزولِ مسیح سے کس بھلے مانس کو انکار ہے۔ ہمیں تو نزولِ مسیح کے بارے میں آپ کی سراسر مخالفتِ قرآن و حدیث تشریح اور تاویل بعیدہ سے انکار ہے کہ ۱۹۰۰ سالہ مسیح جسم سمیت آسمان سے اترے گا۔ نزول کے معنی کی وضاحت بعد ہم اپنی تحریف کا ہل کھولیں گے۔ تعجب ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْنَا ذِكْرًا ۝ رَسُولًا میں نزول کا لفظ آئے تو اس سے آپ حضرت آمنہ کے بطن سے پیدا ہونا مراد لیتے ہیں۔ اور مسیح کے بارے میں اسی لفظِ نزول کو جسم سمیت آسمان سے اترنے پر محمول کرتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

(الطلاق: ۱۱، ۱۲)

إِلَيْنَا ۝ ذِكْرًا ۝ رَسُولًا

قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ بَيِّنَاتٍ ۝ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنْفَعَةٌ لِلشَّاسِ ۝ (الحج: ۲۴)

(الاعراف: ۲۴)

قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ بَيِّنَاتٍ ۝

وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنْفَعَةٌ لِلشَّاسِ ۝ (الحج: ۲۴)

(الزمر: ۴)

وَأَنْزَلْنَا نَكْمًا مِّنَ الْأَنْعَامِ رُطْمِيَّةً أَنْدَاجَ ۝

کہ ہم نے تم پر لباس اتا رہا ہے۔ تم پر لوہا اتا رہا ہے اور تم پر آٹھ جوڑوں کی صورت میں چوپائے بھی نازل کیے ہیں۔

لُہیانوی صاحب بتائیں کہ کیا یہ سارے اسی طرح آسمان سے نازل ہوئے۔ نزل کے لفظ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے تو پڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔ کہ وہ آسمان سے اتریں گے بتائیں کہ جانور کہاں لٹک کر اترے تھے۔

اسی قسم کے مولوی ہیں جنہوں نے ساری دنیا میں اسلام کو بدنام کر رکھا ہے۔ اسی قسم کی عقل کے علماء ہیں جو قرآن کریم کی آیات کو ظاہر پر محمول کر کے ساری غیر مسلم دنیا کو اترنے کے مواقع بہم پہنچا رہے ہیں لیکن پھر بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

تمام صحابہ کو علم تھا کہ نزل کے کیا معنی ہیں۔ کیا انہیں قرآن کریم میں نزل کا لفظ نظر نہیں آتا تھا کہ ان مذکورہ بالا چیزوں کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ ان میں معنوں میں قرآن کریم میں ان چیزوں کے لیے لفظ نزل آیا ہے انہیں معنوں میں وہ حضرت عیسیٰ کے نزل کو سمجھتے تھے۔ اور مولوی صاحب کہیں یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ صحابہ نے کوسہ، لباس اور جانوروں کا آسمان سے لٹک کر اترنا بتایا ہو۔

ہمارے نزدیک لفظ نزل کے سادہ معنی جس کے موید منقولی و معقولی دلائل ہیں، یہ ہیں کہ اُمت محمدیہ میں آنے والا صحیح مطابق حدیث بخاری اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ وَنَحْنُ اِمَامُكُمْ اور حدیث مسلم اَمَّكُمْ اَمَّكُمْ وَنَحْنُ اَمَّكُمْ وہ امت میں ہی پیدا ہوگا لیکن آپ یہ تو بتائیے کہ آپ اس حدیث کو کیوں نظر انداز کر گئے جس پر علامہ سیوطی کی بحث کا تمام دار و مدار ہے۔ اُن کی ساری بحث تو۔ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔ پر ہے اور وہ فرما رہے ہیں کہ اس حدیث کے یہ ظاہر ہی معنی لینا کہ رسول اللہ کے بعد مطلقاً کوئی نبی نہیں آئے گا درست نہیں کیونکہ اس سے دو میں سے ایک بات بہر حال لازم آتی ہے۔

اول: نزول عیسیٰ سے انکار (کیونکہ وہ نبی ہیں) یا پھر ان کی نبوت و رسالت سے انکار اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔ پھر اس سے بچنے کا واحد راستہ خود علامہ سیوطی یہ بتاتے ہیں کہ -  
لَا نَبِيَّ بَعْدِي - کے ظاہری معنی مراد نہ لیے جائیں بلکہ یہ مطلب لیا جائے کہ شریعت والا نبی نہیں آئے گا اور غیر تشریفی اور امتی نبی رسالت محمدیہ کی اتباع میں آ سکتا ہے۔ اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔ جو ادراہ و تحریف استجناب نے نقل نہیں کیے۔

”يَا مَسْكِينُ لَا دَلَالَهَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ عَلَى مَا ذَكَرْتَ بِوَجْهِ مِنْ  
الْوُجُوهِ لَاقَ اَمْرًا وَلَا يَحْدُثُ بَعْدَهُ بَعَثُ نَبِيٍّ يَتَّبِعُ شَرْعَهُ  
كَمَا فَتَرْتُ بِذَلِكَ الْعُلَمَاءُ“

(الحامدی للفتاویٰ جز ثانی ص ۱۶۶۔ طابع و ناشر مکتبہ نوریہ بغدادی۔ جامع مسجد فیصل آباد)  
مولوی صاحب! یہ تو وہی بات ہوئی کہ یہ حوالہ پیش کر کے آپ کو لینے کے دینے پڑ گئے۔

(۳)

مولوی صاحب! ایک اور ناہق جرح آپ نے حضرت امام مالکؒ کے وفات مسیح کے مسلک پر فرمائی ہے جس کا لپٹ باب یہ ہے کہ یہ نزول مسیح کے بھی قائل ہیں۔ پھر آپ نے امام مالکؒ جیسے بزرگ کے منہ میں نغمہ دینے کی بھی کوشش کی ہے کہ موت عیسیٰ سے ان کی مراد مسیح کا آسمان پر جانا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ عقل کی روشنی استجناب کے دماغ میں داخل ہی نہیں ہوئی۔ ایسی جسارت کہ امام مالکؒ موتہ کہتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ آسمان پر جانا مراد ہے۔ آپ کو کیا خدا نے مامور فرمایا ہے کہ ہر لفظ کا مطلب جو چاہیں بتالیں۔ اگر موت سے مراد آسمان پر جانا

ہے تو اپنے لیے ایسی موت کیوں نہیں مانگتے تاکہ جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔ آسمان سے کوئی آئے  
یا نہ آئے کم از کم چڑھ کر ہی دکھائے۔

جناب مولوی صاحب! کان کھول کر سنیے! موت سے مراد موت ہی ہوتی ہے۔ موت  
سے ڈریں۔

آپ نے یہ بے وزن بات بھی خوب کہی کہ بالفرض امام مالکؒ وفات کے قائل بھی  
ہیں تو حیات بعد الموت کے قائل ہیں۔

یہ تو درست ہے کہ امام مالکؒ ہی نہیں تمام مسلمان حیات بعد الموت کے قائل ہیں  
لیکن یہ ہرگز مراد نہیں کہ اسی دنیا میں مردوں کے جی اٹھنے کے قائل ہوں۔ حیات بعد الموت  
سے مراد حیات الآخرت ہے۔

قرآن کریم نے تو ان لوگوں کی ردحوں کا جو مرنے کے بعد جسم سے جدا ہو گئیں واپس آنا  
قطعی طور پر محال قرار دیا ہے اور تقدیر الہی کے بھی غلات قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا:-

وَحَرَّمَ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلُهَا أَن يَرْجِعُوا ۝ (الانبیاء: ۹۶)

ترجمہ:- اور ہر ایک بستی جسے ہم نے ہلاک کیا ہے اس کے لیے یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ  
اس کے بسے واسے لوٹ کر اس دنیا میں نہیں آئیں گے۔

آپ کو اس نفع صریح کا علم نہ ہو تو کوئی تعجب نہیں لیکن حضرت امام مالکؒ پر یہ الزام  
لگانے کا آپ کو کیا حق ہے کہ وہ بھی آپ ہی کی طرح بد عقیدہ تھے۔

ہم آپ کو چیلنج کرتے ہیں کہ امام مالکؒ کے کسی حوالہ سے ثابت کریں کہ آپ موت  
سے مراد مرنے کی بجائے آسمان پر جانا مراد لیا کرتے تھے۔

پھر اس پر استدراذ یہ کہ ”کھسائی جی کھسا نوپے“ کے مصداق آپ نے حضرت امام  
مالکؒ کا وفات مسیح کا عقیدہ اپنی کتاب مجمع بحار الانوار میں نقل کرنے والے امام شیخ محمد طاہر



گجراتی صاحب کے مسلک کو ناحق اس بحث میں الجھا کر امام مالکؒ کے عقیدہ سے توجہ ہٹانے کی بے سود کوشش کی ہے۔

چونکہ امام مالکؒ کا مسیح علیہ السلام کی موت کے بارہ میں واضح ارشاد امام محمد طاہر گجراتی نے اپنی کتاب جمع بحار الانوار میں درج فرمایا ہے اس لیے آپ نے ایک یہ اہمیں دلیل بھی تراش لی ہے کہ چونکہ امام محمد طاہر گجراتی مسعود حیات مسیحؑ کے قائل تھے اس لیے امام مالکؒ کے متعلق ان کا یہ لکھنا کہ وہ مہات مسیح کے قائل تھے، برعکس معنی رکھتا ہے۔

(۴)

امام ابن حزم کے عقیدہ وفات مسیحؑ کو بھی آپ نے اپنی اس رٹ سے کمزور کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ نزول مسیحؑ کے بھی قائل ہیں اور آپ نہیں سمجھتے کہ وفات عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نزول مسیحؑ کے ہم بھی قائل ہیں تو ابن حزم کا رجحان کس جانب ہوا؟ یقیناً وہ ہمارے موقف سے قریب تریں۔

آپ کو یہ بھی اصرار ہے کہ ابن حزم نے محض مسیحؑ کے قتل ہونے یا صلیب پر مرنے سے انکار کیا ہے حالانکہ خود آپ نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔  
تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ رَفَعَهُ

کہ خدا نے پہلے وفات دی پھر اس کے بعد رفع فرمایا۔ پس اس سے تو تمام نبیوں کی طرح مسیحؑ کا رفع روح ثابت ہوا نہ کہ جسم۔ اور اپنے کج عقیدہ کے مطابق مُتَوَفَّيَاتٌ ذَرَفُنَا کی آیت قرآنی میں آپ تقدیم و تاخیر کرنے کی بے ادبی اور جسارت کرتے ہیں۔ جہاں تک قرآن کریم کی اس آیت کا تعلق ہے اُس میں آپ کی یہ جسارت کہ (رفع و بائد) اللہ تعالیٰ نے غلطی سے وفات کا ذکر رفع سے پہلے کر دیا حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کی

وفات، رفع کے بعد ہونی تھی تو اس بارہ میں امام ابن حزم کا فتویٰ سن لیجیے۔ وہ آپ کی اس بودی دلیل کو قطعاً رد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:-  
**تَوَقَّأَ اللَّهُ ثُمَّ رَفَعَهُ**

کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پچھلے وفات دی پھر اس کے بعد رفع فرمایا اب بہانہ حائے بیار میں سے ایک آخری حیلہ آپ کے پاس یہ رہ گیا تھا کہ آپ توفی سے مراد وفاة النوم لے لیتے ہیں۔ تو ابن حزمؒ اس کا بھی انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:-

**نَصَحَ اللَّهُ السَّاعِي وَفَاةُ الْمَوْتِ**

جس کا ترجمہ خود آپ نے یہ کیا کہ فَلَمَّا تَوَقَّيْتَنِي میں وفات نوم کا ارادہ نہیں کیا گیا اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ اس سے وفات موت کا ارادہ کیا ہے۔  
 اس بحث سے قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ کی یہ تعلق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک حیاتِ مسیح کے عقیدہ پر امتِ محمدیہ کا اجماع رہا ہے، محض غلط ہی نہیں بلکہ عمداً افتراء کا ارتکاب ہے۔ جس شخص کو امام ابن حزم کے ان تمام فرمودات کا علم ہو وہ اپنے ہوش و حواس میں تو یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ ان کی طرف حیاتِ مسیح کا عقیدہ منسوب کرے سوائے اس کے کہ عمداً افتراء سے کام لے کر انکی طرف یہ غلط بات منسوب کرے۔

رہا آپ کا یہ زعم باطل کہ قتل اور صلیب کے ذریعہ مسیح کی موت کا انکار کر کے مُتَوَقَّيْتُکَ اور تَوَقَّيْتَنِي سے جس طبعی موت کا ابن حزم اقرار کر رہے ہیں اس سے مراد وہ دوسری موت جو بعثت کے بعد ہوگی۔

آپ کی متد اور ہٹ دھرمی کا یہ عالم ہے کہ ابن حزم کے ان واضح قطعی بیانات

کے باوجود جو ہر ایہام سے پاک ہیں، آپ یہ ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جاتے۔ کہ ابن حزمؒ جب مسیحؑ کی موت کا حکم لکھتا اقرار کرتے ہیں تو اس سے مراد ان کی صرف یہ ہے کہ آسمان سے جب واپس دنیا میں لوٹیں گے، پھر مریں گے حالانکہ خوب اچھی طرح آپ کے علم میں ہے کہ حضرت امام ابن حزمؒ رفع کے بعد کی موت کا عقیدہ مذکور کرتے ہیں اور صاف لکھ رہے ہیں کہ مُتَوَقِّفَاتُ کَامِل رَافِعَاتُ کے عمل سے پہلے واقع ہوا ہے۔ آپ جاہل عوام کو تو دھوکا دینے میں کامیاب ہوں یا نہ ہوں، خدا کو کس طرح دھوکہ دے سکتے ہیں۔ خدا سے ڈرنا چاہیے۔ اس کے حضور آپ کی لازماً جواب دی ہوگی۔

امام ابن حزمؒ کے مسیحؑ کے رفع روح کے اس قول کی تائید مزید کتاب الفصل "میں درج ان کے اس فیصلہ برحق سے بھی ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کی ارداع کو دیکھا۔

دیکھئے حیات مسیحؑ کی ایک خطرناک لغزش کے بعد کس طرح آپ کو لغزش پر لغزش اور تاویل پر تاویل کرنی پڑ رہی ہے۔ صحیح بخاری کی واضح حدیث موجود ہے کہ معراج کی رات باقی نبیوں کی طرح حضرت مسیحؑ علیہ السلام سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی اور علامہ ابن حزمؒ ایک طرف مسیحؑ کی توئی بالموت کے بعد ان کے رفع روح کا اعلان کر رہے ہیں تو دوسری دہشتناک لفظوں میں کہہ رہے ہیں کہ شب معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی ارداع کو دیکھا۔ نہ کہ ان میں سے کسی کے جسم کو۔ اب آپ کے لیے کیا جائے فرار باقی رہ گئی ہے ؟۔

آپ کی یہ تاویل بھی حماقت کا شاہکار ہے کہ انبیاء کی روحوں کو ان کے بدنوں میں دیکھا گیا ہوگا۔ اس پر نہ تو کوئی قرآنی دلیل ہے، نہ ماثور اور عقلی دلیل۔ آپ کا قلم جو چاہے اگلا چلا جا رہا ہے اور آپ ذرہ بھر بھی یہ خیال نہیں کرتے کہ بحث و تمحیص میں عقلی و نقلی

دلائل کی ضرورت ہو ا کرتی ہے نہ کہ محض دعاوی کی۔ اور پھر دعاوی بھی ایسے جنہیں عقل انسانی بالبداہت رد کرتی ہو۔

قرآن شریف واقعہ معراج کے بارہ میں فرماتا ہے

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى ۝ (انجم: ۱۲)

کہ دل نے جو نظارہ دیکھا وہ جھوٹ نہ تھا۔ یعنی واقعہ معراج میں رؤیت قلبی تھی نہ کہ رؤیت عینی کہ بقول آپ کے ”تجسم ارواح“ لازم آئے۔

آپ کی یہ دلیل نہایت احمقانہ ہونے کے باوجود اگر تسلیم بھی کر لی جائے تب بھی آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ابن حزمؒ نے جب یہ لکھا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی روحیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی گئیں تو یہ بات قطعی ہو گئی کہ ان میں ایک بھی روح ایسی نہ تھی جو زمین سے اپنا بدن ساتھ لے کر گئی ہو۔ ورنہ اس روح کے متعلق یہ کہنا لازم تھا کہ سوائے فلاں نبی کے جو دنیاوی بدن سمیت دہاں موجود تھا۔ پس مسح کی روح کا دیگر انبیاء کے ساتھ بحیثیت روح کے شامل ہونا قطعی طور پر ثابت ہو گا۔ اس لائق بحث سے آپ کو کیا فائدہ ہو گا کہ خدا نے ان روحوں کو دکھانے کے لیے بدن عطا کیا تھا یا نہیں؟ ان روحوں کے زمین پر چھوڑے ہوئے تہ خاک ابدان کو آسمان پر لے جانے کا کوئی ذکر نہیں ملتا اور غالباً آپ بھی اپنی بے باکی کے باوجود یہ نظریہ پیش کرنے کی جسارت نہیں کریں گے۔

انبیاء کی روحوں سے نبی کریمؐ کی ملاقات کا تذکرہ صرف ابن حزمؒ نے ہی نہیں کیا بلکہ علامہ ابن قیمؒ اور داتا گنج بخشؒ نے بھی کیا ہے پھر بھی آپ ان ارواح کو اجسام مثالیہ سے تعبیر کرنے پر مصر ہیں۔

اجسام مثالیہ کے بارہ میں ہم بات کھول چکے ہیں کہ یہ وہ جسم نہیں تھے جو زمین پر چھوڑے گئے تھے۔ پھر آپ کو اس دلیل سے کوئی فائدہ پہنچنے کی توقع ہے تو سوائے اس

کے کہ آپ کی حالت پر حرم کیا جائے اور کیا کیا جاسکتا ہے۔

آپ نے حضرت داتا گنج بخشؒ کا یہ قول نقل کر دینا کافی سمجھا کہ ”صحیح احادیث میں وارد ہے کہ مسیح کو آسمان پر اٹھایا گیا“ مگر اس کی تحقیق نہ فرمائی کیا آپ ایسی کوئی ایک حدیث بھی پیش کر سکتے ہیں جو رفع جسمانی پر دلیل بن سکتی ہو۔ اب بھی آپ کو چیلنج ہے کہ اگر ایسی کوئی حدیث ہے تو لایئے اور بتیں تیزار روپے کے حضرت مرزا صاحب کے انعامی پیسج سے فائدہ اٹھائیئے۔ پھر اگر حضرت داتا گنج بخشؒ نے ایک طرف واقعہ معراج میں صحیح بخاری کی حدیث کی رو سے ارواح سے ملاقات کو تسلیم کیا ہے تو اس کے مقابل آسمان پر جانے کی کسی ضعیف روایت کو قبول کرنا کس طرح قرین قیاس ہے۔ ایک طرف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اعلان کہ مسیحؑ کی روح بھی ارواح انبیاء میں شامل تھی، اپنے ساتھ صحیح بخاری کی حدیث کی صورت میں ایک قطعی تائیدی گواہ رکھتا ہے اس لیے اس دعوے کو من و عن قبول کیئے بغیر چارہ نہیں۔

دوسری طرف جب ان کے اس دعوے پر نظر کرتے ہیں کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ مسیح کو آسمان پر اٹھایا گیا ہے تو تلاشِ بیار کے باوجود ایک بھی صحیح حدیث اس دعوے کے ثبوت میں نہیں ملتی۔ پس یہ دوسری شکل ان معنوں میں تو ہرگز قابلِ قبول نہیں کہ احادیث صحیحہ میں حضرت مسیحؑ کے جسم سمیت آسمان پر اٹھا جانے کا ذکر ملتا ہو۔ ہاں اگر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھانے سے مراد رفع درجات لیا ہے تو پھر اس معنی میں آپ کے اس ارشاد کو قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں



(۵)

حضرت ابن عباسؓ کے صحیح بخاری میں درج قول مَتَوَقَّيْتُكَ مُبِيعَتِكَ کو آپ نے درج منثور میں ان کی طرف منسوب ایک دوسرے قول سے کمزور کرنے کی بے سود کوشش کی ہے کیا یہ انصاف کا خون نہیں کہ آپ اَصَحُّ الْکُتُبِ بعد کتاب اشد بخاری کی ایک صحیح اور ثقہ روایت کو (کہ قرآن اور عقل جس کے مؤید ہیں) مردود قرار دے رہے ہیں اور درج منثور کی ایک کمزور بلا سند روایت کو (جو خلاف عقل اور خلاف قرآن بھی ہے) اس لیے قبول کر لیں کہ وہ آپ کے غلط عقیدہ کی تائید کرتی ہے۔ آپ نے مفسر قرآن حضرت ابن عباسؓ کی بخاری میں درج اس تفسیر (جس سے وفات یسع ثابت ہوتی ہے) کے ایک راوی علی بن ابی طلحہ پر بلا تحقیق منصف کا الزام لگایا ہے اور یہ تحقیق نہیں کی کہ علمائے فن نے حضرت ابن عباسؓ تک پہنچنے والی جملہ اسناد میں سے صرف اسی سند کو ثقہ اور مضبوط قرار دیا ہے جس میں علی بن ابی طلحہ ہوں یہ چنانچہ علامہ سیوطیؒ اتقان میں لکھتے ہیں:۔

”وَقَدْ وَرَدَ مِنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي التَّفْسِيرِ مَا لَا يُعْضَى كَثْرَةً وَ فِيهِ رِذَايَاتٌ وَ طُرُقٌ مُخْتَلِفَةٌ فَمِنْ جَيْدِ هَاطِرِ نَوْعِ عَلِيٍّ ابْنِ ابْنِ طَلْحَةَ أَنَهَا شِعْبِي“

(الاتقان فی علوم القرآن للعلامة سیوطیؒ ج ۲۔ ص ۳۲۱ مطبوعہ مصر)

یعنی حضرت ابن عباسؓ سے منسوب تفسیر میں لاتعداد کثرت پائی جاتی ہے اور اس میں مختلف طرق اور روایات ہیں ان میں سب سے بہترین سند وہ ہے جو علی بن ابی طلحہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کو مصر میں ایک ایسے شخص کی موجودگی کا علم ہوا جو علی بن ابی طلحہ سے

مردی تفسیر پر مشتمل تھا تو آپ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ کاش کوئی شخص اس سے بن ابی طلحہ سے مروی اس نسخہ کے مطالعہ کے لیے مصر کا قصد فرما کرے یہی اہم نسخہ امام بخاری کے نزدیک قابل اعتماد تھا اس بارہ میں علامہ ابن حجر کی رائے ملاحظہ کیجیے۔ وہ فرماتے ہیں :-

”وَهَذَا النُّسخَةُ هَانَتْ عِنْدَ ابْنِ صَالِحٍ كَاتِبِ اللِّسَانِ رَوَاهَا عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ ابْنِ طَلْحَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهِيَ عِنْدَ ابْنِ خَارِزِمٍ عَنْ ابْنِ صَالِحٍ وَقَدْ اعْتَمَدَ عَلَيْهَا فِي صُحُوبِهِ كَثِيرًا فِيمَا تَعَلَّقَهُ مِنْ ابْنِ عَبَّاسٍ“

(الاتقان فی علوم القرآن للعلامة سیوطی جلد ۲ ص ۲۳۱ مطبوعہ مصر)

یعنی یہ نسخہ لیث کے کاتب ابوصالح کے پاس تھا جسے معاویہ بن صالح نے علی بن ابی طلحہ سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کیا ہے اور یہ روایات امام بخاری کے پاس ابوصالح سے پہنچی ہیں اور امام بخاری نے اس نسخہ پر اپنی صحیح بخاری میں اتنا زیادہ اعتماد کیا ہے کہ علی بن ابی طلحہ کی ابن عباس سے مروی ایسی روایات بطور تعلیق (یعنی بلا سند) اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔ آپ کا یہ اعتراض کہ علی بن ابی طلحہ کا سامع ابن عباس سے ثابت نہیں کوئی نئی تحقیق نہیں بلکہ علماء نے اس سوال کی تسلی بخش تحقیق کر کے پھر علی بن ابی طلحہ کی روایات قبول کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

چنانچہ علامہ سیوطی فرماتے ہیں :-

”وَقَالَ تَوْوَمٌ لَمَّا يَسْمَعُ ابْنُ ابْنِ طَلْحَةَ مِنْ ابْنِ عَبَّاسٍ التَّفْسِيرَ  
وَإِنَّمَا أَخَذَ عَنْ مُجَاهِدٍ أَذْ مَعِينٍ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ  
بَعْدَ أَنْ عَرَفْتُ أَمَوَاطَةَ وَهُوَ ثِقَةٌ فَلَا ضَيْرَ لِي ذَلِكُ“

(الاتقان فی علوم القرآن للعلامة سیوطی ج ۲ ص ۲۳۱ مطبوعہ مصر)



یعنی ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ابن ابی طلحہ نے ابن عباس سے تفسیر نہیں سنی بلکہ (ابن عباس کے شاگردوں) مجاہد اور سعید بن جبیر سے اخذ کی ہے (یہی وجہ ہے کہ) علامہ ابن حجر نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ اور ابن عباسؓ کے درمیانی واسطہ کے معلوم ہو جانے کے بعد اور یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ مجاہد اور سعید بن جبیر ثقہ راوی ہیں علی بن ابی طلحہ کی ابن عباسؓ سے روایات قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

پھر آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فیصلہ بھی سن لیں آپ الفوز الکبیر فصل اول میں شرح غریب قرآن کے عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں:-

”بہترین شرح غریب قرآن است کہ اذل از ترجمان القرآن مہد اللہ بن عباس از طریق ابن ابی طلحہ صحیح شدہ است و بخاری و صحیح خود غالباً برہمی طریق اعتماد کردہ است“

(الفوز الکبیر ص ۱۵ مطبع علمی دہلی)

یعنی عزائب قرآن کی شرح میں سے بہترین شرح، شرح قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس کی ہے جو ابن ابی طلحہ کے طریق روایت سے صحت کے ساتھ ہم کو پہنچی ہے اور غالباً امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں اس طریق پر اعتماد فرمایا ہے۔

اور ہمارے نزدیک حضرت ابن عباسؓ مفسر قرآن کی یہ روایت اس لیے بھی قابل قبول ہے کہ موافق قرآن و سنت و عقل و نقل ہے۔

اس بحث سے یہ بات تو خوب کھل گئی ہے کہ آپ نے جو بخاری سے ہماری پیش کردہ ابن عباسؓ کی روایت کو رد کرنے کی کوشش کی تھی اس سے وہ روایت تو رد نہیں ہو سکی لیکن آپ کی یہ کوشش یقیناً مردود ثابت ہو چکی ہے جو آپ نے اسے رد کرنے کے لیے کی۔ مزید فائدہ اس بحث سے یہ پہنچا کہ آپ کی علمیت کا پول کھل گیا۔ پس یا تو آپ کا عالم ہونے کا دعویٰ

معنی دھوکہ ہے کہ یقیناً ان روایات پر آپ کی نظر نہیں یا پھر اس فیصلہ کے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ عالم تو ہیں مگر تقوٰنی سے عاری ہیں کہ اتنے مٹھوس علمی دلائل سے صرف نظر کر جانا معنی ہیر پھیر کرنے والے کو زیب دیتا ہے، ایک عالم دین ایسی جسارت نہیں کر سکتا۔

اب ذرا ان روایات کا حال بھی معلوم کر لیجئے جو آپ نے اپنے عقیدہ حیاتِ مسیح

کے حق میں پیش کی ہیں در مشور کے حوالے سے ابن عباسؓ کا جو قول آپ نے پیش کیا کہ

مُسَوِّفَتِكَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ "کہ آخری زمانے میں تجھے وفات دوں گا اول تو یہ بلا سند

قول ہے اور کسی مستند کتاب میں مع سند یہ قول موجود نہیں نہ تفسیر ابن جریر طبری میں نہ ہی تفسیر

ابن کثیر میں اور نہ تفسیر ابن عباسؓ میں پھر اس قول پر کیسے اعتماد کیا جائے اور کیوں اُس کے

مقابل پر امام بخاری کی مستند صحیح روایت کو ترک کیا جائے جو وفاتِ عیسیٰ کا صاف اعلان

کر رہی ہے۔

آپ کی بوکھلاہٹ کی حد یہ ہے کہ بخاری کی ایسی مستند روایت کو رد کرنے کے لیے

آپ نے ایسی روایت تلاش کی جس کی نہ سند کسی مستند کتاب سے لی اور ویسے بھی یہ حضرت

ابن عباسؓ کی بجائے روایت نقل کرنے والے کا عقیدہ معلوم ہوتا ہے اور ایسی بی شمار مثالیں

ہیں کہ لوگ اپنی رائے ابن عباسؓ کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔ اس لیے آپ کی پیش کردہ

روایت کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

دوسرے متوفیات سے آخری زمانے میں مسیح کی کوئی یعنی موت مراد لینے سے لازم آتا

ہے کہ ان کا رفع اصحی نہیں ہوا کیونکہ مُتَوَفَّيَاتُ کے بعد رَافِعَاتُ آیا ہے اور یہ عقیدہ خلاف

قرآن ہے قرآن واضح گاف لفظوں میں اعلان کر رہا ہے کہ یہودنا مسعود مسیح کو صلیب پر مار

کر مطابق تہریت لعنتی ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے بلکہ مسیح کا رفع روحانی ہوا فرمایا۔

بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۖ وَهُوَ بِكُمْ عَلِيمٌ کہ عالم الغیب خدا کے کلام میں بیان کر وہ

ترتیب مَثُوفِیْکَ وَ رَافِعُکَ درست نہیں بلکہ اصل اور صحیح ترتیب اس کے اُلُفَ رَافِعُکَ  
وَمَثُوفِیْکَ ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا نہ صرف سوء ادبی ہے بلکہ سخت جاہلانہ خیال ہے اور عالم  
الغیب خدا پر اعتراض ہے جس کی جرأت کوئی صاحب بصیرت انسان نہیں کر سکتا رہی حضرت ابن  
عباسؓ کی وہ روایت جس میں مسیحؑ کے دوبارہ نزول کا ذکر ہے سو وہ ہمارے لیے چنداں مضر  
نہیں کیونکہ نزول مسیح کے ہم میں قائل ہیں مگر وفات مسیح کے بعد نزول مسیح سے ان کے منہ  
کی آمد مراد لیتے ہیں۔ یہی حال حضرت ابن عباسؓ کا ہے جو مَثُوفِیْکَ کے معنی موت کرتے ہیں  
اور مسیح کی وفات تسلیم کرتے ہیں اس کے بعد نزول پر ایمان یقیناً تعبیر طلب ہے۔ جہاں تک  
تفسیر ابن کثیر کی اس روایت کا تعلق ہے جس میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ قول منسوب ہے کہ مسیح کو  
زندہ آسمان پر اٹھایا گیا اور یسوع نے ان کی جگہ کسی اور کو پکڑ کر قتل و صلب کیا۔

اول تو یہ روایت صحیح بخاری سے معارف ہونے کے باعث قابل رد ہے دوسرے یہ  
روایت ابتدائی زمانہ کی کسی حدیث یا تفسیر کی کتاب میں نہیں ملتی بلکہ سات صدیاں بعد چانک  
ابن کثیر کی تفسیر میں درآئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب ایسی ہی روایات کو درخور  
اعتناء نہیں سمجھا گیا چنانچہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

”وَحِذْرُ الشَّافِعِيِّ وَالْبُخَارِيِّ اَلَّذِي اَتَمَّنْهُ ذَا (ابن عباسؓ غیث  
مَرْصُیَّةٌ رَوَاهَا مَجَاهِلٌ لِّتَفْسِيرِ جَوْهَرٍ عَنِ الصَّخَاكِ عَنِ  
ابن عباسؓ وَ ابْنِ جُرَیجٍ فِی التَّفْسِیْرِ جَمَاعَةٌ“ رَوَاهُ عَنْهُ“

(الاعتان فی علوم القرآن علامہ سیوطی ج ۲ ص ۳۲۱ مطبوعہ مصر)

اور یہ طویل تفاسیر جو لوگوں نے حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب کی ہیں ناپسندیدہ ہیں۔  
ان کے راوی غیر معروف ہیں جیسے جوہر کی صماک سے اور اس کی ابن عباسؓ سے روایت اور ابن  
جریر کی تفسیری روایات جو ایک بڑی تعداد میں ان سے روایت کی گئی ہیں

یہی حال آپ کی بیان کردہ روایت تفسیر ابن کثیر کی سند کا ہے۔ حیرت کن طرح آپ نے بلا تحقیق اس کمزور سند کو سند صحیح قرار دے دیا شاید اسی لیے آپ نے سند نقل کرنے کی زحمت نہیں فرمائی اگر آپ کو سند کے راویوں کے اسماء سے اطلاع ہوتی اور کتب رجال سے ان کے احوال دریافت کیے ہوتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ اس سند کے ایک راوی منہال بن عمرو کو تو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۳۲۰ اعلام ابن جریر مسقطانی)

دائرة المعارف النظامية الكائن في الهند ۳۲۲ محمودہ حیدرآباد )

اس سند کے دوسرے راوی ابو معاویہ شیبان بن عبد الرحمن ہیں جو خود ثقہ ہیں اور ان کی اعلمش سے مروی روایات ایسی منفرد احادیث ہوتی ہیں جو منکر ہیں۔ ابو حاتم ان کی روایت سے دلیل پکڑنے کو جائز نہیں سمجھتے اور ابو معاویہ کی یہ روایت اعلمش سے مروی ہے لہذا منکر ہوئی۔

(تہذیب التہذیب جلد ۴ مشکوٰۃ ۴۲۱ ابن جریر مسقطانی بحوالہ دائرة المعارف ۳۲۲ محمودہ حیدرآباد)

لہذا الزمی صاحب! اس تحقیق حق کے بعد تو مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے سبب رستے منسور ہو گئے ہیں۔

(۶)

آپ نے علامہ عبید اللہ سندھی صاحب کی تفسیر الباقی الرحمن کو ان کی تصنیف تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔

مولوی صاحب! معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وہ تفسیر اٹھا کر ہی نہیں دیکھی۔ یاد رکھی ہے تو حسب عادت ان شواہد سے صرف نظر کر گئے ہیں جو اسی کتاب میں آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آپ کو جھٹلا رہے ہیں۔ زیر بحث کتاب کے دیباچہ میں مولوی عبید اللہ صاحب نے قطعی شہادت پیش کی ہے کہ :-

امام سندھی کے قیام مکہ کے دوران علامہ موسیٰ جارا شہ نے ان کی یہ تفسیر عربی میں قلمبند کی جو علامہ سندھی کی واپسی پر ان کے پیچھے مولانا عزیز احمد دیگر قلمی و مطبوعہ کتب کے ساتھ یہاں لائے امام سندھی کے شاگرد مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے اس عربی تفسیر کے دو حصوں کو شائع فرمایا جبکہ امام سندھی کی عربی تفسیر کے مسودہ کا ترجمان کے شاگرد مولانا عبدالرزاقی نے کیا اور محمد معاذیہ عبید اللہ نے اس کی طباعت کرائی۔ (دیباچہ تفسیر امام الرحمان جلد اول ص ۲۲)

نامشرد۔ علامہ مولانا محمد معاذیہ۔ اادلہ بیت الحکمہ، امام ولی اللہ الدہلوی

اس میں شک نہیں کہ مولانا سندھی حضرت شاہ ولی اللہ کے بڑے مداح تھے لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ آپ ان پر مقلد ہونے کا الزام لگائیں۔ علامہ عبید اللہ سندھی نے وفات مسیح کے معاملہ میں آزادانہ طور پر اپنے مذہب کا اظہار کیا ہے۔

اسی طرح آپ نے اپنی لاطینی میں مولانا آزاد مرحوم کی طرف وفات مسیح کی نسبت کو غلط قرار دیا ہے امر واقعہ یہ ہے کہ اس بارہ میں بھی آپ کی تحقیق ادھوری نہ گئی۔ ملفوظات آزاد منشا پر درج ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کو ڈاکٹر انعام اللہ خان آف بلوچستان نے لکھا کہ مرزاں لوگ آپ کی طرف مختلف معاملات منسوب کرتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مولانا وفات مسیح کے قائل ہیں۔ براہ کرم ایسی فیصلہ کن کتاب لکھ دیں کہ بولنے کی جرأت نہ رہے اور اس میں یہ بھی درج فرمائیں کہ اس کے ذریعے تمام پرانی تحریریں منسوخ ہیں اور پرانے خیالات بھی۔

اس کے جواب میں مولانا ابوالکلام آزاد نے بڑا واضح اور صاف جواب دیا کہ ”وفات مسیح کا جو ذکر خود قرآن میں ہے اس پر بس نہیں مولانا آزاد نے اپنی تصنیف ”نقش آزاد“ میں حیات مسیح کے عقیدہ کو غیر اسلامی قرار دیا۔

اس سے بھی مزید دو میں سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ بغیر علم اور بغیر تحقیق کے بات کرنے کے عادی ہیں تاکہ سادہ بندگان خدا کو دھوکا دیں۔ یا پھر ارادہ ان

شواہد سے صرف نظر کرتے ہیں جو آپ کے پیش کردہ دلائل اور مؤقف کو مردود ثابت کرتے ہوں۔



عرب، مصر اور ہندوستان کے ایک درجن سے زائد علماء کرام (جو وفاتِ مسیح کے قائل ہیں) کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ یہ حضرات دینی عقائد میں سند اور حجت نہیں فہم قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور سلف صالحین کا ارشاد لائق استناد ہے۔

جناب آپ تو حضرت ابن عباسؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ، حضرت امام مالک کے مذہب وفاتِ مسیح کو بھی مندر نہیں مانتے آپ سے علمائے کرام بشمول مفتی مصر علامہ محمود شلتوت کو نہ ماننے پر کیا شکوہ۔

مولوی صاحب! آپ کی کیفیت تو اس درخت کی سی ہے جسے زمین سے اکھاڑ دیا گیا ہو **صَالِحًا مِّنْ قَرَارٍ**۔

آپ کو یہ جرات تو ہے کہ علامہ محمود شلتوت کے مقابل پر زیادہ مستند اور عالم دین ہونے کا اعلان کر رہے ہیں۔ لیکن اب بحث صرف یہ رہ گئی ہے کہ علامہ شلتوت اور جید علماء آپ کے اس عقیدہ کے قائل ثابت نہیں ہوئے بلکہ اس کے برعکس عقیدہ کے قائل ہیں۔ پس آپ کا اجماعِ امت کہاں گیا ؟؟



۱۰ زاد المعاد میں جو یہ مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۳۳ برس کی عمر میں مرفوع ہوئے کوئی متصل حدیث اس بارہ میں نہیں ملتی۔ شامی کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ نصاریٰ سے مروی ہے۔  
(شرح زندقانی علامہ محمد بن عبدالباقی جز اول ص ۳۳ الطبعۃ الاولیٰ بالمطبعۃ الازہریہ المصریہ ۱۳۲۵ھ)  
یہی بات علامہ قیّم نے زاد المعاد میں اور ذوالاب حدیق حسن خان نے تفسیر فتح البیان میں لکھی ہے۔

۲:- سرسید احمد خان تحریر فرماتے ہیں :-

”قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق چار جگہ ذکر آیا ہے۔۔۔۔۔  
مگر چونکہ علماء اسلام نے یہ تعلید بعض فرق نصاریٰ کے قبل اس کے کہ قرآن پر غور کریں یہ تسلیم کر لیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں۔ اس لیے انہوں نے ان آیتوں کے بعض الفاظ کو اپنی غیر محقق تسلیم کے مطابق کرنے کی کوشش کی ہے۔“

(تفسیر احمدی مصنفہ سر سید احمد خان ص ۴۳۷ و صفحہ ۴۷۱ اول جلد ۲ در مطبع مفید عامہ آگرہ ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء)

۳۱۔ علامہ عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں ۔

”یہ جو حیات پھیلی لوگوں میں مشہور ہے یہ یہودی کہانی نیز صابی من گھڑت کہانی ہے۔ مسلمانوں میں فتنہ عثمان کے بعد بواسطہ انصار بنی ہاشم یہ بات پھیلی اور یہ صابی اور یہودی تھے۔“ (تفسیر الامام الرحمان ص ۲۴ از عید اللہ سندھی جلد اول۔ ناشر:- علامہ مولانا محمد معاذی)

۴ :- مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں۔

”یہ عقیدہ اپنی نوعیت میں ہر اعتبار سے ایک صحیح عقیدہ ہے اور اسلامی شکل و لباس میں نمودار ہوا ہے۔“

زنجبش آزاد مسند ناشرین کتب منزل لاہور مؤلف غلام رسول مہر مطبع علی پرنٹنگ پریس ہسپتال روڈ لاہور

۵ - علامہ شوریٰ لکھتے ہیں :-

”عیسائی علمائے یہودیوں کو دائرہ عیسائیت میں لانے کی خاطر بے سر دیا باتیں عوام میں پھیلا دیں دفات کے متعلق بھی لوگوں کو ذہن نشین کرایا گیا کہ حضرت عیسیٰؑ نے صلیب پر جان تو منور دی ہے لیکن تین دن کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گئے اور قیامت کے قریب زمین پر آئیں گے اور عیسائیت کے دشمنوں کا قلع قمع کریں گے۔“

(سائنٹفک قرآن از علامہ شوریٰ مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی ناشران قرآن سوسائٹی کراچی)

۶ - غلام احمد پرویز لکھتے ہیں :-

”حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کا تصور مذہب عیسائیت میں بعد کی اختراع ہے یہودیوں نے مشہور کر دیا کہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر قتل کر دیا ہے تواریخ کو معلوم تھا کہ حقیقت حال یہ نہیں لیکن وہ بتقاضائے مصلحت اس کی تردید نہیں کر سکتے تھے۔“

(شعلہ مستور ادارہ طلوع اسلام کراچی ص ۸۳)

جہاں تک آپ کے اس تجزیے کا تعلق ہے کہ آپ کے عقیدہ حیات مسیح اور عیسائیوں کے عقیدہ حیات مسیح میں کوئی مطابقت نہیں تو آپ کا یہ دعویٰ باطل اور حقائق پر مراسر ہے وہ ڈالنے والی بات ہے ہم نے کب یہ دعویٰ کیا ہے کہ تفصیل اور فروعی مسائل میں آپ عیسائیت سے مطابقت رکھتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو آپ مسلمان نہ کہلاتے عیسائی کہلاتے۔ مگر اس امر میں کیا



شک ہے کہ بالعموم آپ کے عقیدہ اور عیسائی عقیدہ میں کوئی فرق نہیں۔ ذرا پھر غور کر کے دیکھ لیجئے!!

۱۔ کیا آپ یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے؟ یہی عقیدہ عیسائیوں کا ہے۔

۲۔ کیا آپ یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ مسیح نامرئی دوبارہ آسمان سے اتریں گے؟ اور اُمت محمدیہ کی اصلاح کے لیے اس اُمت کا کوئی فرد نہیں آئے گا بلکہ آپ عیسائیوں کی طرح اسی مسیح کے جسمانی نزول کے قائل ہیں جن کو عیسائیوں نے خدا کا بیٹا بنا رکھا ہے۔

آپ کے عقیدہ اور عیسائیوں کے عقیدہ میں فرق صرف اتنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مسیحؑ مرکز زندہ ہوا پھر آسمان پر چڑھا۔ آپ کہتے ہیں مراہی نہیں بلکہ زندہ چڑھا لیکن جہان تک اسی مسیح کے بنفسہ زندہ آسمان پر جانے اور بنفسہ آنے کا تعلق ہے آپ کے اور عیسائیوں کے عقیدہ میں کوئی فرق نہیں۔

بحث صرف یہ نہیں کہ آپ مسیحؑ کے بنفسہ زندہ آسمان پر جانے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اس کے بنفسہ واپس آنے کا یقین رکھتے ہیں بلکہ اس کے نتیجہ میں عیسائی آپ کو عقلاً و نقلاً الوہیت مسیحؑ کے عقیدہ کا قائل کر سکتے ہیں اور برصغیر پاک و ہند میں لاکھوں مسلمان اسی غلط عقیدہ کے باعث عیسائیت کا شکار ہوئے ہیں۔ اور ہو رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ منہ کر کے بیٹھ جائیں اور نہ مانیں مگر جب وہ قرآن کریم کی یہ دلیل پیش کر دیں کہ جب محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا گیا کہ جسم سمیت آسمان پر چڑھ کر اور اتر کر دکھاؤ تو ان کو خدا تعالیٰ نے یہ بتایا کہ مطالبہ کرنے والوں کے سامنے یہ جواب پیش کر دو کہ هَلْ كُنْتُمْ الْاَبَشَرَا رَسُوْلًا - یعنی میں تمہارے اس قسم کے ناجائز مطالبے پورے نہیں کر سکتا

بلکہ میں تو محض ایک بشر اور رسول ہوں۔ گویا بشر اور رسول کا آسمان پر زندہ چڑھ جانا اسی طرح زندہ آسمان سے اتر آنا محال ہے۔ پس اگر آپ قرآن کریم کی اس آیت کی سچائی کے میں قائل ہیں تو خواہ منہ سے مانیں یا نہ مانیں، لازماً یہ عقیدہ بننے لگا کہ وہ مسیح ماضی جو زندہ آسمان پر چڑھ گیا اور زندہ اتر کر دینا میں ظاہر ہو گا وہ نہ بشر ہو گا۔ رسول بلکہ اس کا جانا اور واپس آنا اس کا مافوق البشر اور مافوق الرسول ہونا ثابت کرے گا۔ پس یہی عیسائی عقیدہ ہے اور یہی من و عن ان کی دلیل ہے کہ مسیح عام رسولوں سے مختلف تھا۔ بشر نہیں بلکہ خدا کا بیٹا تھا اور رسول نہیں بلکہ خود مظہر الوہیت تھا۔ پس اب آپ کے لیے کوئی راہ فرار نہیں رہی۔ آپ کا عیسائیت کے ساتھ عقائد میں یہ اشتراک، حیات مسیح کے عقیدہ کا لازمی نتیجہ ہے۔ جس کی وجہ سے آپ مسلمان کہلا کر عالم عیسائیت کی مدد کر رہے ہیں۔ اس لیے مقتدر تھا کہ مسیح موعود کا سر صلیب بن کر آئے اور صلیبی عقائد کو جو مسلمانوں میں رائج ہو چکے ہیں قلع قمع کرے۔ چنانچہ کسر صلیب کا یہ کارنامہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود نے خوب انجام دیا۔

اس سلسلہ میں ہم مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں مولوی نور محمد نقشبندی کا یہ حوالہ پیش کر کے بتاتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن اور سنت اللہ بائبل اور عقل سے مسیح ماضی کی وفات ثابت کر کے اس دور کے مسلمانوں پر کتنا بڑا احسان کیا ہے کہ ان کو عیسائیت کی خوفناک یلغار سے بچایا۔ مولوی نور محمد نقشبندی کے بارہ میں آپ کم از کم اتنا تو جانتے ہیں کہ وہ احمدیت کے مذاہنوں میں سے نہیں تھے اور آپ کے بزرگ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے مخلص مریدوں میں سے تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

”اسی زمانہ میں پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کر تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنا دیں گے..... اسلام

کی سیرت و احکام پر جو اس کا حملہ ہوا وہ تو ناکام ثابت ہوا..... مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر بحکم خلک زندہ ہوئے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کیلئے اُس کے خیال میں کارگر ثابت ہوا۔ تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہوئے اور یفرائے اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں اور جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں..... اس ترکیب سے اُدسنے ہندوستان سے لے کر دلائیت تک کے پادریوں کو شکست دے دی۔

(دیباچہ ترجمہ قرآن مولوی اشرف علی تھانوی ص ۹۳۲) در محمد مالک کا فائدہ تجارت کتب آراء باع کتب

## ۹

آپ نے کمال بے باکی سے ۳۰ صحابہ کی فہرست شائع کی ہے جنہوں نے مبتدئہ طور پر نزولِ مسیح کے ساتھ حیاتِ مسیح کا عقیدہ بھی اپنا رکھا تھا۔ اس طرح آپ نے سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے حالانکہ آپ یہ جانتے ہیں کہ نزولِ مسیح ایک پیشگوئی ہے جسے ہم کیا اس سے بھی زیادہ صحابہ نے بیان کیا ہو گا مگر ان میں سے کسی ایک صحابی نے بھی اپنا حیاتِ مسیح کا عقیدہ بیان نہیں کیا۔ ہمارا آپ کو چیلنج ہے کہ کسی ایک صحابی کی کوئی صحیح روایت حیاتِ مسیح کے بارہ میں ثابت کر دیں۔

وہ صحابہ کرامؓ جو مذہبی اصطلاحوں کو آپ سے ہزاروں گنا زیادہ سمجھتے تھے اور قرآنِ کریم کی اس آیت سے خوب آشنا تھے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں لفظ نزول استعمال فرمایا گیا۔ یعنی قَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ ذِكْرًا دَسُورًا۔ پس نزول کے لفظ سے ان کے لیے کسی غلط فہمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ جس رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول فرمایا تھا ان سب پر روشن تھا کہ نزول سے کیا مراد ہے۔

حق یہ ہے کہ یہ سب صحابہ کرم و بیش وہ ہیں جو ثابت رسول پر مدینہ میں موجود تھے اور جن کا وفات مسیح پر اجماع ہوا۔ کیا اس وقت ان صحابہ کو اپنا حیات مسیح کا عقیدہ یا وہ نہیں رہا تھا۔ ان میں سے ایک کا بھی اعتراض نہ اٹھانا یہ ثابت کر رہا ہے کہ آپؐ ان پر سراسر بہتان بامردہ رہے ہیں کہ وہ نعوذ باللہ حیات مسیح اور اس کے رفع جسمی کے قائل تھے۔

(۱۰)

آپؐ نے حضرت مسیحؑ کے عقیدہ حیات و نزول کے بارہ میں حسب ذیل بعض قرآنی آیات پیش کر کے ان سے حیات مسیحؑ کا عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

۱:- یہ آیت کہ **وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ۚ وَاللَّهُ خَيْرٌ مِّنْ مُّكْرِيْنَ ۝۵۵** (ال عمران: ۵۵) کہ یہود نے تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

اس آیت سے مسیحؑ کی حیات یا نزول کا اشارہ تک نہیں ملتا اور جو تدبیر اللہ نے کی اسکا دوسری جگہ ذکر فرمایا کہ۔ **وَاتِلْهُمْ مَّا اِیَّیْ رُبُوْۃٌ ۚ ذٰلِکَ فَرَاۤیِدٌ مِّنْ رَّبِّیْ ۝۵۶** (سورہ اہقاف: ۵۶)

کہ ہم نے مسیحؑ اور ان کی والدہ کو ایک بلند پہاڑی جگہ پر جو پُر سکون اور چشموں والی تھی پناہ دی پس یہود کی صلیب پر قتل کرنے کی تدبیر سے بچا کہ حضرت مسیحؑ کو کشمیر کے علاقہ میں لا کر طبعی عمر سے وفات دینا اللہ تعالیٰ کے خیر الما کرین ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ خدا سوچنے آسمان پر لے جانا اور مسیحؑ کی جگہ ایک بے گناہ کو صلیب پر چڑھا دینا اور اُدھر یہود کو اس دھوکہ میں مبتلا رکھنا کہ گویا انہوں نے واقعی مسیحؑ کو قتل کر دیا۔ کیا یہ باتیں خیر الما کرین کو زیب دیتی ہیں۔ نعوذ باللہ یہ ہرگز خدا تعالیٰ کا بہترین مکر نہیں بلکہ کسی خام فکر کا بدترین مکر ہے جو اپنے پرالتماس ہے۔ آپؐ نے اپنے مکر کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہوئے ذرا بھر خوف نہیں کھایا اور ایسی بے ہودہ اور نعوذ باللہ خدا کی طرف منسوب کی ہے کہ جس کا کنا یہ واثاقہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں ذکر

نہیں گویا خدا کا غیر الٰہی کریم فی البشر صلی اللہ علیہ وسلم پر تو ظاہر نہ ہوا بشر اناس پر ظاہر ہو گیا۔

ب۔ ۱۔ وَمَا قُلْتُمْ يُقَيِّنَانِ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ (النساء ۱۵۸، ۱۵۹)

یہود نے مسیح کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے مسیحؑ کا اپنی طرف رفع کیا۔ اس آیت سے بھی مسیحؑ کی حیات ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ رفع کے معنی عربی اور قرآنی محاذہ میں ہمیشہ بندی درجات اور عزت کے ہوتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ آپ نے اس آیت قرآنی کی دوسرے مسیحؑ کی زندگی ثابت کرنے کی نہایت طفلانہ کوشش کی ہے۔ اگر اس آیت کریمہ میں مسیحؑ کے زندہ رہنے کا مضمون بیان ہوتا تو کھلی کھلی مسألت بات یہ ہونی چاہیے مگر یہ کہ یہود مسیحؑ کو قتل کرنے میں یقیناً ناکام ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو زندہ رکھا۔

اس تمام طویل آیت میں اُن کے ایک جگہ بھی زندہ رہنے کا ذکر نہ فرمانا معنی رکھتا ہے۔ پس خدا فرمایا نہیں رہا کہ مسیحؑ کو ہم نے زندہ رکھا۔ آپ زبردستی اس کو زندہ کر رہے ہیں اور ذرا غور نہیں کھاتے کہ یہ کتنا بڑا گناہ کر رہے ہیں۔

مقابلہ رَفَعَهُ اللّٰهُ سے آپ کا استنباط تو اقل تو قتل کا برعکس رفع ہو ہی نہیں سکتا سوائے اس کے درجات کی بندی مراد لی جائے کیونکہ دنیا میں کوئی شخص اس بابت کو معقول نہیں سمجھے گا کہ فلاں شخص قتل نہیں ہوا لہذا آسمان پر چڑھ گیا۔

دوسرا قطعی استنباط اس امر سے یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہاں بھی بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَى السَّمَاءِ نہیں فرمایا بلکہ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ فرما کر آپ کے استنباط کا سبب ملہ و پود بکھیر دیا ہے۔ ایک ایسے روحانی وجود کی طرف جو ہر جگہ موجود ہو جیسا رفع ہو ہی نہیں سکتا۔ صرف روحانی رفع مراد ہے۔ یعنی قرب الہی اور درجات کی بندی۔ آپ کے خیال میں کیا خدا تعالیٰ دنیاں موجود نہیں تھا جہاں عیسیٰؑ کو مصلوب کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی؟



بنے گا کہ (جب مسیح دوبارہ تامل ہوگا تو) اس زمانہ کے اہل کتاب تمام تر مسیح کے مرنے سے پہلے پہلے اس پر ایمان لائے ہوں گے جبکہ قرآن کریم کی دوسری آیت وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا (ترجمہ :- اور جو تیرے پیرو ہیں انہیں ان لوگوں پر جو منکر ہیں قیامت کے دن تمک غالب رکھوں گا)

واشکاف الفاظ میں یہ اعلان کر رہی ہے۔ اس واضح اور دو ٹوک اعلان کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے منکرین باقی رہیں گے۔ اگرچہ آپ کے ماننے والوں کو ان پر غلبہ رہے گا۔ اسی طرح منکرین عیسائی یعنی یہود کا قیامت تک باقی رہنا قرآن کریم کی اس آیت سے بھی ثابت ہے۔ فَأَعْرِضْنَا بَيْنَهُمُ انْعَادَاةً وَابْتِغَاءً إِلَى يَوْمِ الْفَيْصَةِ (المائدہ: ۱۵) ترجمہ :- تب ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک عداوت اور سخت دشمنی ڈال دی۔ پس ان صریح الدلالت آیات کے مقابل پر آپ کی غلط تفسیر کی کوئی بھی دلیل نہیں رہتی۔ ویسے بھی ایک ایسی تفسیر جس کی صحت کا فیصلہ مستقبل کے حالات سے تعلق رکھتا ہو وہی ذاتہً محض ایک ظن ہے جو ہرگز استدلال نہیں کہلا سکتی۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اس آیت میں قَبْلَ مَوْتِهِ کی دوسری قرأت جو بطور مفسرہ کے ہے قَبْلَ مَوْتِهِمْ آئی ہے اور تفسیر ابن کثیر کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قرأت بسند صحیح ثابت ہے تو آپ کا استدلال جو مَوْتِهِ کی ضمیر میں مسیح کا تھا باطل ہوا۔

ح:- وَانَّهُ لَعِنُهُمُ تِلْكَ سَاعَةً - (الزخرف: ۶۲)

اس آیت میں إِنَّہ کی ضمیر سے مراد آپ نے نزول مسیح کو قیامت کی نشانی قرار دیا ہے حالانکہ حسن بصریؒ جیسے مفسرین نے إِنَّہ سے مراد قرآن شریف لیا ہے۔  
(تفسیر ابن جریر - زیر آیت هذا)





کی تائیدی جہاں میں اس تغیر کے حق میں نقل کی ہیں۔ اس تکلف کی آپ کو چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ تو خود مسیح موعود ہونے کا ہے اور وہ ان آیات کو اپنے حق میں پیش کر رہے ہیں آپ نے لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ کی طرح حضرت مرزا صاحب کا آدھا موقع نقل کیا ہے۔

ہمارا آپ کا تو نزاع ہی یہ ہے کہ بموجب الہام الہی

”مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق“ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کے طور پر مبعوث فرمایا۔ پس بار بار آپ کو ہم یاد دہانی کرتے ہیں کہ فیصلہ کن امر محض وفات مسیح یا حیات مسیح کا نزاع ہے۔ اگر جیسا کہ قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ وہ وفات شدہ ہے تو اس قسم کے آپ کے دلائل محض ٹامک ٹوئیاں ہیں۔ نزول مسیح کے معنی سوائے اس کے کوئی نہیں ہو سکتے کہ اس دنیا میں پیدا ہونے والے کسی کو مسیح کے رنگ میں مبعوث کیا جائے اور اس بعثت کا نام نزول قرار پائے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چند کہ ہم سمیت آسمان سے نہیں اتارا گیا بلکہ مبعوث فرمایا گیا۔ بایں ہمہ آپ کے لیے لفظ نزول سے پیدا ہونے والے اشتباہ کو دور کر دیا گیا۔ حضرت اقدس سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تو بے انتہا بلند ہے۔ قرآن کریم تو لفظ نزول ان عام چیزوں کے لیے بھی بیان فرماتا ہے جو زمین پر پیدا ہونے والی اور زمین پر چلنے پھرنے والی بعض حیوانی صورتیں ہیں۔ فرمایا وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ (الحديد: ۲۶)

وَأَنْزَلْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ مَنِيَّةً أَنْزَلِجْ (الزمر: ۷)

اب ہم آپ کو کتنی بار سمجھائیں کہ مولوی صاحب! یہ قرآنی محاورہ ہے! یہ قرآنی محاورہ ہے! یہ قرآنی محاورہ ہے!!! اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔

چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی اتنی باری بات یاد کرائی جائے تو انہیں یاد ہو جاتی ہے

لیکن آپ کے دماغ میں نہ جانے کتنے پردے پڑ چکے ہیں کہ یہ واضح بات بھی اس میں داخل نہیں ہو رہی۔ نزول سے مراد قرآنی محاصہ میں فائدہ مند چیز کی تخلیق یا بعثت ہے۔

## (۱۱)

حیاتِ مسیح کے سلسلہ میں آپ نے آیت **يَا عِيسَى ابْنِي مُتَوَفِّئِكَ** و **فَرَفَعْتُكَ** اِلَیَّ میں الفاظ **مُتَوَفِّئِكَ** کے تفاسیر میں بیان کر دیا کہ بعض معانی کا ذکر کر کے نتیجہ رفع جسمانی نکالنا جو یقیناً آپ کی کوتاہ بینی پر دلالت کرتا ہے۔ لفظ **توفی** کے بارے میں یہ پہلا اصول آپ کیسے بھول گئے کہ باب **تفعّل** سے یہ لفظ ہو۔ اللہ فاعل ہو اور ذی روح مفعول ہو تو معنی سوائے موت یا نیند کے (جو موت ہی کی عارضی صورت ہے) اور کوئی معنی نہیں لگایا جاسکتا۔ لیکن اگر موت کی بجائے نیند کے معنی کرنے ہوں تو اس کے لیے قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر قرینے کے بغیر **توفی** کا لفظ استعمال ہوگا تو مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ سوائے موت کے معنی ہو ہی نہیں سکتے۔

جہاں تک مفسرین کی متعدد آراء کا تعلق ہے، انہوں نے بھی دیگر معنی بیان کرنے کے باوجود موت کے معنوں کو نظر انداز نہیں کیا۔ تاہم ان کے دوسرے معانی کو اپنے عقیدے کی تائید میں اختیار کر لینا آپ کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ ان کے اس استدلال کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے جس کے مقابل پر یہ اٹل اور غیر مبطل قانون کھڑا ہو کہ ایک مثال بھی ایسی نظر نہیں آتی کہ خدا تعالیٰ فاعل ہو، ذی روح مفعول ہو اور باب **تفعّل** میں لفظ **توفی** استعمال کیا گیا ہو تو مراد موت اور نیند کے سوا کچھ اور ہو۔

آپ بار بار بھول جاتے ہیں اور بار بار ہم آپ کو یاد دلاتے ہیں کہ تفاسیر میں جانے سے پہلے آیت کریمہ سے اپنا چھپا چھڑا لیں جس میں خدا تعالیٰ نے خود اسی لفظ **توفی** کی کامل تفسیر

بیان فرمادی ہے۔ وہ آیت کریمہ یہ ہے۔

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَاجِلِ

(الزمر: ۴۲)

ترجمہ:- اللہ ہر شخص کی روح اس کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اللہ جس کی موت نہیں

آئی (اس کی روح) اس کی عیند کے وقت (قبض کرتا ہے)

پس وہ ذی روح جس کی اللہ تعالیٰ توفی قرار دے سوائے اس کے کہ اس کا نیند کی حالت میں ہونا ثابت ہو، اس کا مرنا یقینی اور قطعی ثابت ہو جاتا ہے۔

(۱۲)

آپ کا ایک اور اعتراض قائلین وفات مسیح پر ان کی معمولی تعداد اللہ کم تر مقام ہے۔ جہاں آپ نے یہ تسلیم کر لیا وہاں آپ کا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا۔ کیونکہ ساری کتاب میں آپ نے یہ شور مچا رکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ایک غیر منقطع اجماع چلا آ رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ درد غلو کا حافظ نہیں ہوتا۔ اپنی ایک جھوٹی دلیل پر آپ نے خود ایک تبر رکھ دیا جب یہ کہہ دیا کہ ازمنہ اولیٰ میں ایک تعداد رہی ہے۔ اگرچہ آپ نے قائلین وفات مسیح کو مقام میں کم تر اور تعداد میں معمولی قرار دیا ہے۔ وہ جتنے بھی ہوں اور جیسے بھی ہوں، ان کے صلح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ پس کہاں گئی آپ کی تعلیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک اجماع چلا آ رہا ہے۔

مولوی صاحب! جب گذشتہ اکابرین اُمت کے بارہ میں بات کریں تو ہوش سے بات کیا کریں کہ آپ نے جن لوگوں کو محدود سے چند اور صر مچرے، لکھا ہے۔ یاد رکھیں کہ ان میں حضرت ابن عربیؒ بھی شامل ہیں اور اسی فہرست میں علامہ ابن الورديؒ اور شیخ محمد اکرم مبارکیؒ

اور اسی طرح بعض دیگر مفسرین اور علماء بھی شامل ہیں جو نزولِ مسیح سے مراد ہرگز جسمانی نزول نہیں لیتے بلکہ روحانی اور بدنی طور پر کسی دوسرے جسم میں ظاہر ہونے ہی کو نزول قرار دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی زمانہ میں اکثریت کا کسی بات پر جم جانا جسے ہرگز اجماع کی حیثیت حاصل نہیں کیے دلیل بن سکتا ہے۔ ایسی دلیل کی کوئی بھی شرعی یا عقلی حیثیت نہیں۔ ایک طرف نصوصِ قرآنی آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں، احادیث صحیحہ آپ کو دکھائی جاتی ہیں اور ناقابلِ تردید عقلی دلائل آپ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔ مگر آپ اکثریت کا ڈھونگ رچا کر اجماع کا دعویٰ کر دیتے ہیں۔ ایسے اجماع کی نصوصِ قرآنیہ کے سامنے کوئی بھی حیثیت نہیں۔ پھر آپ اپنے اجماع کی قلعی خود ہی یہ کہہ کر کھول دیتے ہیں کہ اکثریت اس عقیدہ کی حامل ہے اور پھر اس نام نہاد اکثریت کو نصوصِ قرآنیہ کے خلاف دلیل بنا کر کھڑا کر دیتے ہیں۔ ہم تو ایسے شخص کو سمجھانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ آپ سے تو خدا ہی سمجھے اور ضرور سمجھے گا۔

آپ نے قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ کے قتل و قبال کے عہد کا ذکر کر کے سوال اٹھایا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو حضرت عیسیٰ سے عہد کرتے وقت معلوم نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں؟

مولوی صاحب آپ کے طرز استدلال پر حیرت مہوتی ہے کہ اتنی دور کی کوڑی لاش کی کوشش کی ہے۔ ان احادیثِ قدسیہ پر آپ کی نظر کیوں نہیں گئی کہ جن کے مطابق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیش گوئی فرمائی کہ آخری زمانہ میں مسیح نہ صرف قتل و قبال کرے گا بلکہ قتلِ خنزیر اور کبیر صلیب بھی۔

اب ان قطعی شہادات کے بعد آپ جو مسیح تک پہنچے ہیں اور ایسی حدیث لائے ہیں کہ جس کی سند ہی قابلِ اعتبار نہیں۔ اس عہد کوشش کی ضرورت ہی کیا تھی۔ لیکن اصل تو آپ کی اس بوکھلاہٹ پر لطفت آیا ہے کہ جو دلیل جماعت احمدیہ اپنے حق کے طور پر پیش کرتی

ہے آپ نے اسی کے حق میں ایک اور دلیل پیش کر دی۔

جناب لدھیانوی صاحب باہمی تو بار بار ہم آپ کو اور آپ کے ہمنواؤں کو سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ مسیح قتل و قبال، قتل خنزیر اور کبر صلیب کے لیے دنیا میں نازل ہوگا تو نبی اللہ ہوگا تو کیا اللہ تعالیٰ کو مسلم نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ان معنوں میں ہیں کہ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی ظاہر نہیں ہو سکتا اور خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو من پر یہ آیت خاتم النبیین نازل ہوئی اس بات پر تعجب کیوں نہ ہوا۔

پس ایک بات تو قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کیونکہ فریقین کو تسلیم ہو چکی ہے۔ آپ کو بھی اور ہمیں بھی کہ جس نبی اللہ جیسی کے آنے کی خبر دی گئی ہے وہ نبی اللہ ہی ہوگا۔ اور اس کا آنا خدا تعالیٰ کے نزدیک آیت خاتم النبیین کے منافی نہیں ہوگا۔

فیصلہ طلب بات اب یہی رہ گئی ہے کہ جس طرح قطعی طور پر آنے والے کا نبی اللہ ہونا ثابت ہو گیا۔ اسی طرح قطعی طور پر یہ معلوم کیا جائے کہ آنے والا نبی اللہ کیا موسوی اہمت کا میں مسیح بنفس نفیس وہی ہوگا جس کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ رَسُولًا اِلٰی سِبْیِ اِسْرَآئِیْلَ۔ یا اس کی خبر کو اور مکمل بن کر اُمتِ مسندہ میں پیدا ہونے والے ایک غلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطاب اور منصب عطا ہوگا۔ پس آج کے بعد قطعی طور پر تسلیم کر لینے کے بعد کہ آنے والا موعود مسیح لانا نبی اللہ بھی ہے، آئندہ ہرگز ہم سے ختم نبوت کی بحث نہ چھریں کیونکہ ہمارے اور آپ کے عقیدے میں اس پہلو سے قطعاً کوئی فرق نہیں۔ حال جو فرق ہے اس پر جتنی پاہنیں بٹھیں کریں۔ ہم حاضر ہیں اور ڈنکے کی بوٹ آپ سے اس بارہ میں مباحثہ کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں کہ مسیح نصری قرآن کریم اور دیگر شواہد کی روش سے فوت ہو چکا ہے یا جسم میت زندہ آسمان پر چلا گیا۔

پس اگر ثابت ہو جائے کہ وہ فوت ہو چکا ہے تو لانا آپ کو مانا ہو گا کہ جس آنے والے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ بن مریم نبی اللہ کے لقب سے یاد فرما رہے تھے وہ بطور استعارہ استعمال فرما رہے تھے جیسے کسی بہت بڑے سخی کو ماتم خالی کہہ دیا جاتا ہے یا جس طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام کو خود حضرت مسیح علیہ السلام نے آسمان سے اُترنے والا ایلیاء قرار دیا۔ فرمایا ”وہ ایلیاء جو آنے والا تھا یہی یحییٰ، ذکر کیا کا بیٹا ہے جس کو تم نے شناخت نہیں کیا“ (متی باب ۱۰ آیت ۱۳۱)

پس یہ صاف بحث ہے اور اسی سلسلہ میں یہ رسالہ تحریر کیا جا رہا ہے اور ایسے قوی دلائل سے آپ کے طعنات و دلائل کو توڑا جا رہا ہے کہ اگر آپ میں انصاف کا مادہ ہو تو قرآن و حدیث اور عقلی دلائل کی مدد سے برأت کے ساتھ یہ اعلان کریں کہ یقیناً مسیح عیسیٰ ابن مریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام نبیوں کی طرح فوت ہو چکا اور آنے والا مسیح اسی کے نام پر اس کی خورپہ آنے والا اُمت محمدیہ ہی کا ایک رمل عظیم ہو گا جس کو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔

مسلماً! آپ نے غلط بحث کر کے خواجواہ قارئین کی توجہ ایک غلط پر پھیرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر آپ نے یہی طرز اختیار کی ہے تو یاد رکھیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ یہ قطعی گواہی بہت بڑی فوقیت رکھتی ہے کہ

”قُولُوا لَمْ نَحْمَدُ إِلَّا نَبِيًّا وَوَدَّ اللَّهُ نَبِيًّا بَعْدَهُ“

(تکملہ مجمع بحار الانوار الجلد الرابع صفحہ ۸۵، الشیخ محمد طاہر الطبع الاعلیٰ دمشق لبنان)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء تو کو مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسی قول کی تشریح میں حضرت امام ابن عربی فرماتے ہیں

فَإِنَّ النَّبُوَّةَ الَّتِي انْقَطَعَتْ بِوُجُودِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِنَّمَا هِيَ نُبُوَّةُ الشَّرِيعِ لَا مَقَامَهَا فَلَا شَرَعَ يَكُونُ نَاسِخًا لِشَرْعِهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَا يَزِيدُ فِي شَرْعِهِ حُكْمًا آخَرَ وَهَذَا مَعْنَى قَوْلِهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا  
رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ يَكُونُ عَلَى شَرْعٍ يُخَالِفُ شَرْعِي.

(فتوحات مکیہ - الجزء الثانی ص ۳۲ مطبع دارالکتب العربیہ الکریمی - مصر)

وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے ختم ہوئی ہے وہ صرف شریعت  
والی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت۔ پس اب ایسی شریعت نہیں آسکتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم کی شریعت کو منسوخ قرار دے یا آپ کی شریعت میں کوئی حکم زائد کرے۔ یہی معنی اس  
حدیث کے ہیں کہ إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ کہ اب رسالت اور نبوت منقطع ہو  
گئی۔ میرے بعد رسول ہے نہ نبی۔ یعنی کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو ایسی شریعت پر جو میری  
شریعت کے خلاف ہو بلکہ جب کبھی نبی آئے گا تو وہ میری شریعت کے تابع ہوگا۔  
● شیخ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن الحسن المکیم الترمذی لکھتے ہیں :-

فَإِنَّ الَّذِي عَمِيَ عَنْ حَبِيرِ هَذَا يُظَنُّ أَنَّ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ مَا قِيلَ  
أَنَّهُ آخِرُهُ مُبَعَّثًا فَأَيُّ مُنْقَبَةٍ فِي هَذَا؟ دَأْبُ عِلْمٍ فِي  
هَذَا، هَذَا مَا يُؤْتَلُّ الْبُلْدُ الْجَهْلَةُ!

ترجمہ الاولیاء تالیف شیخ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن الحسن المکیم الترمذی۔ المطبع الکاثولیکیہ بیروت صفحہ نمبر ۳۴۱

ترجمہ:- پس یقیناً وہ لوگ جو خاتم النبیین کے معنی سے نابلد ہیں خیال کرتے ہیں کہ خاتم النبیین  
کے معنی یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کے لحاظ سے آخری نبی ہیں۔ بھلا اس میں  
فضیلت کی کون سی بات ہے؟ اور معرفت کا کیا نکتہ ہے؟ یہ تو نادان اور بے وقوف لوگوں

کی تشریح ہو سکتی ہے۔

• عارف ربانی حضرت عبدالکریم جیلانیؒ فرماتے ہیں:-

لَا تَقْطَعُ حُكْمَ نُبُوَّةِ الشَّرِيعِ لِيُخَدَّ وَكَهَانَ مُحَمَّدٍ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
خَاتَمَ النَّبِيِّينَ لِأَنَّهُ جَاءَ بِالنُّكْمَالِ وَلَسَمَّ بَعْضُ أَحَدٍ بِذَلِكَ -

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوتِ تشریفی بند ہو گئی حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین قرار پائے کیونکہ آپؐ ایک ایسی کامل شریعت لے آئے جو اور کوئی نبی نہ لایا۔“  
(الانسان الكامل، جلد امٹ، مطبوعہ دارالکتب العربیہ الکبریٰ - مصر)

• حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں:- (م - ۱۱۷۶ھ)

”خَتَمَ بِهِ النَّبِيُّونَ أَنِّي لَا يُوجَدُ مَنْ يَأْتِيهِ اللَّهُ تَنْبِيْهًا  
بِالشَّرِيعِ عَلَى النَّاسِ“

(تقیات الہیہ - جلد ۲ ص ۲۰۰ - مطبوعہ مدینہ برقی پریس بجنورہ - یوپی بھارت)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اب کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جسے اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے شریعت دے کر مامور کرے۔“

(۱۳)

آپؐ نے علامہ ابن حجر کے اصحاب کے اس حوالہ کو سب سے مقدم رکھا ہے کہ ایسے نبی کی نفی نہیں ہوتی جو آپؐ سے پہلے منصبِ نبوت پر سرفراز ہو چکا ہو۔ حالانکہ ابن حجر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیمؑ کی نبوت کے قائل ہیں اور یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ابراہیمؑ کی تدفین کے وقت فرمایا کہ یہ خود بھی نبی تھا اور نبی کا بیٹا۔ پھر ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابراہیمؑ کو عیسیٰ دیکھی کی طرح بچپن میں نبوت مل گئی تھی



اور پھر اس کی تائید میں یہ روایت بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم روح اللہ جسم کے مابین تھے جسم کی تخلیق نہ ہوئی تھی معن روح تھی۔ پس اگر رسول اللہ آدم کی تخلیق سے قبل نبی تھے تو اسی طرح ابراہیم کی نبوت کو بھی سمجھا جاسکتا ہے۔

(تحدیثی حدیث ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مطبعۃ الباب المجلدی مصر ۱۹۷۰ء)

پس ابن حجر کے پیش کردہ ان قطعی دلائل کے بعد ان کی طرف کوئی دوسرا عقیدہ منسوب کرنا واضح طور پر ناانصافی ہے اور زیادتی ہے۔ اگر بالفرض ان کا کوئی اور عقیدہ تھا بھی تو حضرت ابراہیم فرزند حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بالصرحت اعلان کر کے وہ یقیناً اپنے مخالف عقیدہ کی نفی کر دیتے ہیں اور ایسے مضبوط دلائل اس عقیدہ کے حق میں لاتے ہیں کہ دوسری جگہ بیان شدہ بات محض ایک معروضہ دکھائی دیتا ہے

اسی حدیث کہ ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے کی تشریح میں آپ کی اپنی فقہ حنفی کے امام حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:-

”یہ حدیث خاتم النبیین کے خلاف نہیں کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت منسوخ کرے اور آپ کی اُمت میں سے نہ ہو“

(موسوعات کبیر۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ محمدی لاہور)

اب فرمائیے کہ کیا مسیح غیر اُمت کا نبی نہیں۔ اور کیا ملا علی قاریؒ نے آیت خاتم النبیین کی یہ تشریح کرنے کے بعد کہ اس آیت سے مراد صرف یہ ہے کہ اُمت محمدیہ میں کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا جو شریعت محمدیہ کی تنسیخ کرنے والا ہو اور آپ کے تابع نہ ہو، سو فی صدی احمدی عقیدہ کی تائید نہیں کر دی اور کیا اس ”جرم“ کی وجہ سے آپ کی قبیل کے علماء قطع طور پر انہیں غیر مسلم اور وارثہ اسلام سے خارج کرنے کی جرأت کریں گے؟

ختم نبوت کے اس معنی کی وضاحت بزرگانِ ملت کے ایک گروہِ عظیم نے کی ہے جس میں علامہ حکیم ترمذی، سید عبدالکریم جیلانی، علامہ ابن عربی، علامہ عبدالوہاب شعرائی، علامہ قسری، حضرت عبدالقادر جیلانی، علامہ ترمذی، علامہ عبدالرحمان جامی وغیرہم شامل ہیں۔

اسی طرح فتویٰ دیتے وقت ان بزرگانِ اُمت کو فتویٰ میں شامل فرمائیے جنہوں نے بعینہ یہی معنی ختم نبوت کے سمجھے کہ شریعت کو منسوخ کرنے والا کوئی نہیں آ سکتا۔ حال اُمت کے اندر شریعت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع نبی آنا خارج از امکان نہیں۔

اختصار کی خاطر اور آپ کی تسلی کے لیے دو اقتباسات بطور مثال پیش ہیں۔  
حضرت عبداللہ ثانی فرماتے ہیں:-

”خاتم المرسلین کی بعثت کے بعد بطریقِ دراست و تبعیت آپ کے پیروکاروں کو کمالاتِ نبوت کا حصول آپ کی خالقیت کے منافی نہیں۔ لہذا تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔“  
(اردو ترجمہ مکتوبات و فتاویٰ حصہ پنجم ص ۸۷ مدینہ پبلشنگ کمپنی بندہ و ذکر اچی)  
دوسرا حوالہ آپ کے اپنے پیرو مُرشد و بانی دلیو بند مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب کلبہ جو حضرت امام مجدد اللہ ثانیؒ کے حوالہ سے بہت زیادہ واضح اور قطعی نوعیت کا ہے۔  
”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خالقیتِ محمدیؐ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“

(تحدیر الناس ص ۲۸ ملا محمد قاسم نانوتوی مطبعہ خیر خواہ سرکار پریس)

مولوی صاحب ختم نبوت کی بحث کو ساتھ شامل کر کے آپ نے عوام الناس کو دھوکہ دینے کی بالکل بے معنی اور لائینی کوشش کی ہے۔ خصوصاً اسی مسئلہ میں جب لائینی بُکدی میں لاکر آپ لوگ لائینی جنس قرار دینے پر خوب تقریریں کرتے ہیں اور خوب اصرار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اشتباہ کا امکان رکھے بغیر یہ بات کھول کر پیش فرمادی ہے کہ ”میرے بعد

کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ایسی صورت میں پرانی قسم کا نبی ہو یا نبی کا، لائق جنس کے ہوتے ہوئے کوئی بھی نہیں آسکتا۔ تو کہیں گئے وہ آپ کے فرضی دوبارہ آنے والے عیسیٰ اگر وہ دوبارہ آئیں تو کسی قسم کے نبی تو بہر حال رہیں گے۔

مولوی صاحب ایسا درکھیئے کہ قرآن کریم خصوصیت کے ساتھ صرف ایسے نبی کے پیدا ہونے کے امکان کو باقی رکھتا ہے جو اُمتِ محمدیہ میں سے ہو اور اس نے جو کچھ فیض پایا ہوا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے نہ کہ کسی غیر نبی سے۔ کیا آپ نفسِ آیت کا کبھی مطالعہ نہیں فرمایا۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ  
عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ  
وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا۔ (النساء: ۷۰)

ترجمہ: اور جو لوگ بھی اللہ اور اس رسول کی اطاعت کریں گے وہ اُن لوگوں میں شامل ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین (میں) اور یہ لوگ (بہت ہی) اچھے رفیق ہیں۔

بہر حال چونکہ آپ نے غلط بحث کیا تھا اس لیے ہم بھی ذرا اصل مضمون سے ہٹ کر چند قدم آپ کے ساتھ چلے تاکہ آپ کو بتایا جائے کہ آپ پر ہر راہ بند ہے۔ اب اصل مضمون کی طرف یعنی وفات یا حیات مسیح کی طرف لوٹتے ہوئے آخر میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جو سب سے بڑا اختلاف اور جداگانہ نظریہ سمجھا جاتا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر دو ہزار سال سے زندہ رہنا اور اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کے لیے دوبارہ آنا ہے۔ جب یہ مسئلہ حل ہوگا تو پھر سارے مسائل خود بخود ختم ہو جائیں گے، اور ختم نبوت کی سچی اور حقیقی تشریح بھی اس مسئلہ کے بعد ظاہر ہوگی۔ کیونکہ اگر یہ قطع طور پر ثابت ہو جائے گا کہ عیسیٰ زندہ آسمان پر ہیں

تو لازماً وہی آئیں گے اور آخرین میں ظاہر ہونے والے وہی ہوں گے اور اگر اس کے برعکس قطعی طور پر ان کافوت ہونا ثابت ہو جائے اور زندہ آسمان پر جانے کو ڈھکوسلہ ثابت کر دیا جائے تو وہ وجود جس کا نبی ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے لازماً اس کی مثال ہوگا نہ کہ بعینہ وہ خود۔ یہی وجہ ہے کہ نزول کے سبب ہی قائل ہیں لیکن جسمانی رفع کے سبب قائل نہیں۔ بس اس منظر میں سلسلے جھگڑوں کا واحد حل اسی وفات و حیات کے جھگڑے ہیں معترض ہے۔ اور کوئی اختلافی مسئلہ باقی نہیں رہتا۔ یہی وہ روک ہے جس کے دور ہوتے ہی سلسلے مسلمان فرقے ایک ہاتھ پر جمع ہو کر توحید کے قیام کے لیے خدمت اسلام کے لیے اور غلبہ دین متین کے لیے کام کریں گے۔ اب وہ دن قریب ہیں جب ہر مسلمان عقیدہ حیات عیسیٰ سے بیزار و مایوس ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود و مہدی معبود علیہ السلام بڑی تہذیبی کے ساتھ پیش گوئی فرماتے ہیں کہ:

”یاد رکھو، کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہم سے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ ابن مریم کو آسمان سے اترنا نہیں دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے کوئی عیسیٰ ابن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی، اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دمرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔“

(تذکرۃ الشہادین ص ۶۵ مطبوعہ ۱۹۳۳ء)

پس اس بنیادی اختلاف کے پیش نظر ایک اور واضح، کھلا اور انتہائی حقیقت پسندانہ

اعلان سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع و امام جماعت احمدیہ کی طرف سے، اپریل ۱۹۸۵ء کو بمقام لندن جلسہ سالانہ کے موقع پر فرمایا گیا تھا۔ جس کی طرف آپ نے نہ خود نظر کی اور نہ عوام الناس کو اس طرف راہنمائی کی۔ پس کیا عجب کہ اپنے مرحومہ مسیح کی آمد سے مایوس ہو چکے ہوں ہم اس پر شوکت اور پرشکوہی اعلان کی طرف ایک دفعہ پھر آپ کی توجہ مبذول کراتے ہیں کہ :-

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اتر کے سامعین کے (یعنی عیسیٰ) کے آنی کی خبر دے

رہے ہیں۔ اس لیے تمہیں فیصلہ کرنا پڑے گا کہ اپنے بے تہ منکرین اسلام کے پیچھے

چلو گے یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلو گے اور آنے والا وہ مسیح اختیار

کرو گے جس کو امت موسوی سے نسبت ہے اور امت محمدیہ سے اس کو کوئی

نسبت نہیں۔ یا وہ مسیح اختیار کرو گے جو امت محمدیہ میں پیدا ہوا، اسی امت

سے نسبت رکھتا ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی غلام ہے۔

اب فیصلہ یہ کرتا ہے کہ موسوی مسیح پر امت راضی ہوگی یا محمدی مسیح پر جہاں

ہم ہمارا تعلق ہے ہم تو مسیح محمدی پر راضی ہو گئے ہیں اور جہاں تک مسیح کے

مقام کا تعلق ہے ہمارا بھی وہی عقیدہ ہے جو تمہارا ہے کہ امت محمدیہ میں

آخرین میں جس مسیح نے آنا ہے وہ شریعت محمدیہ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وسلم کا کامل طور پر مطیع اور امتی نبی ہوگا۔ اس مسیح کے مقام کے

بارہ میں ہمارا سرور کوئی اختلاف نہیں۔ یہ بات ہم قطع طور پر یقینی سمجھتے ہیں اور

تم بھی یقینی سمجھتے ہو کہ آنے والا لازماً امتی نبی ہوگا اور اس بات میں اختلاف ہی

کوئی نہیں۔ اختلاف صرف اس بات پر ہے کہ آخرین میں ظاہر ہو گا یا موسوی

امت سے تعلق رکھنے والا مسیح ہے یا امت محمدیہ میں عیسیٰ بن مریم کے

مثیل کے طور پر پیدا ہونے والا امتی نبی؟ تمہارا اپنا عقیدہ ہے اور مسلمہ

عقیدہ ہے

کہ جو شخص عیسیٰ مسیح کے نام پر آئے گا وہ لازماً نبی اللہ ہوگا۔ پُرانا آئے گا یا نیا آئے گا یہ ایک الگ بحث ہے اور تمہارے اپنے بڑے بڑے علماء و تہذیب دان اپنے مفکرین یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ وہ ہوگا یقیناً

① نبی اللہ ————— اللہ اسے نبوت سے عاری ماننے والا

کافر ہوگا بلکہ بعض عظیم بزرگوں نے یہ تسلیم کیا کہ

② پُرانا نہیں ہوگا ————— بلکہ بدنِ آخر سے متعلق ہو کر آئے گا

یعنی پہلا جسم نہیں بلکہ دوسرا کوئی شخص ظہور کرے گا اور پھر یہ بھی خود بخود ضرور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے کہ مہدیؑ اور عیسیٰؑ دو الگ الگ وجود نہیں ہوں گے بلکہ ایک ہی وجود کے دو نام ہوں گے۔ لَا الْمَهْدِي إِلَّا عِيسَى کافر مانے نبویؑ اس پر شاہدِ ناطق ہے

فرمایا

”تم ناکام رہے ہو اور ..... ناکام رہو گے ..... اور کبھی عیسیٰ بن مریم کو جو موسیٰ علیہ السلام کی امت کے نبی تھے زندہ نہیں کر سکو گے اور اگر وہ تمہارے خیال میں آسمان پر بیٹھے ہیں تو ہرگز تمہیں توفیق نہیں ملے گی کہ ان کو آسمان سے اتار کر دکھا دو۔ قسلاً بعد نسل تم ان کا انتظار کرتے رہو مگر خدا کی قسم تمہاری یہ حسرت کبھی پوری نہیں ہوگی۔“

اس بارہ میں امام جماعت احمدیہ کے مذکورہ بالا خطاب میں تمام دنیا کے معاندین کو جو چیلنج دیا گیا تھا، آج تک آپ لوگوں کو قبول کرنے کی توفیق نہیں مل سکی۔ وہ چیلنج یہ تھا کہ اگر پُرانے عیسیٰؑ نے ہی امت کی راہنمائی کرنی ہے تو پورا زور لگاؤ۔ دعائیں کرو، سجدوں

میں گریہ وزاری کروا دیں طرح بن پڑے مسیح کو ایک دفعہ آسمان سے نیچے اتار دو تو پھر یہ جھگڑا ایک دفعہ ختم ہو جائے گا اور ایسا عظیم الشان معجزہ دیکھ کر احمدی آئینہ کو قبول کرنے میں تم پر بھی سبقت لے جائیں گے لیکن یاد رکھو! ناممکن اور محال ہے اور ہرگز کبھی ایسا نہیں ہوگا کہ جو شخص آسمان پر چڑھا جائے ہو اور دیگر انبیاء کی طرح طبعی موت سے فوت ہو چکا ہو وہ جسم سمیت آسمان سے نازل ہو جائے۔

مگر کوئی پتہ آسمان سے اب کوئی آتا نہیں

عمر دنیا سے بھی اب تو آگیا ختم ہزار

قاریین کرام! قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بارہ میں کثرت سے قطعی ثبوت پیش فرمائے ہیں لیکن طوالت کے ڈر سے ہم آپ کی خدمت میں صرف یہ دو آیات پیش کرتے ہیں جو دو برہنہ موتی ہوئی تلواروں کی طرح ہیں جو قرآنی بیان کے خلاف ہر کھڑے ہونے والے کا سر کاٹنے کے لیے تیار ہیں اور وہ یہ ہیں:-

### پہلی آیت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی خبر دینے والی آیات میں سے ایک واضح آیت یہ

ہے:-

مَا نَبِيْعُ ابْنِ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌۭ ؕ قَدْ خَلَتْ مِنْ  
قَبْلِهٖ الرُّسُلُ ؕ وَاَمَّا صِدْقُهٗ ۖ كَافًا يَّا كٰلِيْنَ  
الطَّعَامِ

(سورۃ مائدہ رکوع ۱۰ - پارہ ۶ - رکوع ۱۴)

ترجمہ:- مسیح ابن مریم صوائے ایک رسول کے اور کچھ نہ تھے اور ان سے قبل تمام رسول گذر چکے

ان کی والدہ راستباز تھیں وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔

اب دیکھئے اس آیت سے کتنے واضح طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ پہلے فرمایا کہ مسیح ابن مریم ایک رسول کے سوا کچھ نہ تھے پھر ساتھ ہی یہ فرمادیا کہ ان سے قبل تمام رسول گذر چکے ہیں۔ گویا حضرت عیسیٰ کی وفات پر ایک ناقابل رد دلیل پیش کر دی یہ ویسی ہی طرز کلام ہے جیسے کوئی کہے کہ زید ایک انسان کے سوا کچھ نہیں اور سب انسان مٹی کے بنے ہوتے ہیں۔ پس جس طرح اس فقرے سے ثابت ہوتا ہے کہ لازماً زید بھی مٹی کا بنا ہوا ہے اسی طرح مذکورہ بالا آیت سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہو جاتی ہے۔ بصورت دیگر آپ کو رسولوں کے مقدس گروہ سے کوئی الگ چیز ماننا پڑے گا جو ظاہراً غلط ہے۔

قرآن کریم اس مسئلے پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس کی (یعنی مسیح کی) والدہ راست باز تھیں اور وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح اب تک زندہ موجود ہوتے تو کیا ان کے متعلق کھانا کھایا کرتے تھے کے الفاظ آنے چاہیے تھے؟ یقیناً نہیں بلکہ ایسی صورت میں تو چاہیے تھا کہ حضرت مسیح کا ذکر حضرت مریم سے الگ کر کے یہ فرمایا جاتا کہ حضرت مریم کھانا کھایا کرتی تھیں۔ مسیح اب تک کھاتے ہیں اور وفات کے دن تک کھاتے رہیں گے۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ پس حضرت مسیح کو بھی حضرت مریم کے ساتھ ملا کر ایک گروہ سے ہوئے زمانے کے انسان کے طور پر آپ کا ذکر فرمانے سے اس مسئلہ کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔ یعنی یہ کہ حضرت مسیح ایک رسول سے بڑھ کر تہ نہیں رکھتے تھے اور جس طرح دوسرے رسول فوت ہوئے آپ بھی فوت ہوئے اور جس طرح باقی کھانا کھانے کے حاجت مند تھے آپ بھی کھانا کھانے کے حاجت مند تھے اور کھانے کے بغیر ہی زندہ رہنے کی کوئی خدائی صفت ان میں موجود نہ تھی۔ اس آیت کے ہوتے



ہوئے بھی کوئی اگر حضرت مسیحؑ کو زندہ مانے تو یہ محض اس کی زبردستی ہوگی۔

### بعض عجیب تاویلیں

بعض لوگ اس آیت کی زد سے حضرت عیسیٰؑ کو بچانے کے لیے عجیب عجیب تاویلیں کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ تو فرمایا ہے کہ حضرت مسیحؑ سے پہلے تمام رسول گذر گئے یہ نہیں فرمایا کہ خود حضرت مسیحؑ بھی گذر گئے۔ انفس کہ وہ خدا بھی اس طریقہ کلام پر غور نہیں کرتے۔ ادنیٰ سی زبان دانی سے بھی یہ بات سمجھ آ جانی چاہیے کہ حضرت مسیحؑ کو زمرہ رسل میں شامل کر کے جب سب رسولوں کے گذرنے کی خبر دی جا رہی ہے تو اس کے بعد حضرت مسیحؑ کا زندہ رہ جانا ایک امر محال ہے لیکن اگر کوئی صاحب اب بھی یہ اصرار فرمائیں کہ اس آیت سے مرث حضرت مسیحؑ سے پہلے انبیاء کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ حضرت مسیحؑ کی نہیں۔ تو ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ بشد انصافاً غور کر کے فرمائیں کہ اس صورت میں ذیل کی دوسری آیت سے کیا ثابت ہوگا۔

دوسری آیت | وَمَا مَعَدُّ إِلَّا رَسُولٌ ۖ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَبِأَنَّ ثَمَاتٍ أَذُقْتِ لَاقِبَتُنَّ عَلَىٰ أَهْقَابِكُمْ ۚ

(آل عمران رکوع ۱۵ پارہ ۴ رکوع ۶)

ترجمہ :- نہیں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر ایک رسول اُن سے قبل تمام رسول فوت ہو چکے پس اگر یہ بھی فوت ہو جائیں یا قتل کیے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جھاؤ گے؟

اب فرمائیے کہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کیسے اس آیت کی زد سے بچ سکتے ہیں؟ کیونکہ اگر وہ حضرت رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے تھے اور آپ جانتے ہیں کہ پہلے ہی

تھے تو لازماً ان کی وفات تسلیم کرنی پڑے گی۔ کیونکہ واضح طور پر یہ آیت بتا رہی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام رسول فوت ہو چکے۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض علماء اب بھی صد سے کام لیتے ہیں اور بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا انوی اختیار کرتے ہوئے قرآن کریم کے اس واضح ارشاد کے سامنے سر جھکا دیں۔ اور اپنی غلطی کو جرأت اور دیانتداری کیساتھ تسلیم کر لیں وہ اس آیت کی بھی عجیب و غریب تاویل شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہہ دیتے ہیں کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں جو لفظ "خَلَتْ" استعمال ہوا ہے اس کا مطلب صرف مر جانا ہی نہیں بلکہ ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانا بھی ہے۔ اس لیے ہم اس کا یہ مطلب نکالیں گے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جتنے رسول تھے وہ سب یا تو مر گئے یا اپنی جگہ چھوڑ کر کہیں چلے گئے۔ لیکن ہم ناظرین پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ محض ایک مذہبی ہوس ہے ورنہ عربی میں جب بھی کسی انسان کے متعلق طود پر یہ لفظ "خلا" استعمال ہو تو اس کا مطلب موت ہی ہوا کرتا ہے جگہ چھوڑنا نہیں عجیب اتفاق ہے کہ عربی کی طرح انگریزی اور اردو محاورہ میں بھی گزر گیا کے الفاظ ان دونوں معنوں میں استعمال ہوتے ہیں یعنی رستے پر سے گزر جانا اور مرجانا۔ لیکن جب ہم یہ کہیں کہ گزشتہ تمام انبیاء گزر گئے تو یہ معنی کرنے بھن مذاق ہوں گے کہ بعض انبیاء تو فوت ہو گئے اور بعض رستوں پر سے گزر گئے۔ یا ایک جگہ سے چل کر کسی دوسری جگہ جا پہنچے۔ یہ محض ایک دعویٰ نہیں بلکہ عربی لغت واضح طور پر گواہی دے رہی ہے کہ جب مطلقاً کسی کے متعلق "خلا" کا لفظ استعمال کیا جائے تو اس سے مراد اس شخص کی موت ہوتی ہے۔ دیکھئے ۱) تاج العروس میں لکھا ہے "خَلَا فُلَانٌ" "إِذَا مَاتَ" یعنی جب کہا جائے کہ فلاں شخص گزر گیا۔ تو مراد یہ ہوتی ہے کہ مر گیا۔ لغت ہی نہیں بلکہ تفاسیر بھی اس آیت میں "خلا" سے مراد زندگی کا ختم ہونا ہی بیان کرتی ہیں۔ جیسا کہ تفسیر القولوی علی البیضاوی جلد ۲ و تفسیر غازی جلد ۱ میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے

لکھا ہے کہ وَيَخْلُقُوا حَمًا خَلَقُوا بِالنَّمُوتِ أَوْ النَقْتِلِ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح دائرہ قانی سے کوپ کر جائیں گے جس طرح دوسرے۔ یہ انبیاء علیہم السلام طبعی موت یا قتل کے ذریعہ گذر گئے۔ پس ثابت ہوا کہ موت کے علاوہ اس لفظ کے کچھ اور معنی کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اور اس آیت کے ہوتے ہوئے یہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آیت کے نزول کے وقت تک زندہ موجود تھے۔ کیا کسی کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ وہی لفظ جو صاف صاف ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی موت کی خبر دے رہا ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دفعہ یکدم اپنے معنی ایسے تبدیل کرے کہ مارنے کی بجائے آسمان پر لے جائے۔ اگر اسی طرح الفاظ گرگٹ کی طرح اپنے رنگ بدلنے لگیں تو ہر بات کا ہر مطلب نکالا جاسکتا ہے۔ موت سے مراد زندگی اور زندگی سے مراد موت مراد لی جاسکتی ہے۔ عالم کو جاہل اور جاہل کو عالم بنایا جاسکتا ہے رات کو دن اور دن کو رات کہا جاسکتا ہے غرضیکہ جہان معانی میں وہ طوفان بے تیزی برپا ہوا اور ایسا اندھیرا آئے کہ ساتھ کو ہاتھ سمجھائی نہ دے!

### صحابہ کی گواہی

اگر ابھی بھی کسی صاحب کی پوری طرح تسلی نہ ہوئی ہو۔ تو ان کی تسلی کی خاطر صحابہ رضوان اللہ علیہم کی بھی ایک ناقابل رد گواہی پیش کی جاتی ہے جس کے بعد اس امر میں ایک ذرہ بھر بھی شک نہیں رہتا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے نزدیک بھی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کا مطلب یہی تھا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جتنے رسول تھے سب فوت ہو چکے اور کوئی بھی زندہ آسمان پر موجود نہیں۔ کتب تاریخ اور معتبر احادیث میں یہ واقعہ صریح ہے جسے امام بخاری نے بھی نقل فرمایا ہے کہ جب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ تو صحابہ کرام کے مارے دیوانوں کی طرح ہو گئے یہاں تک کہ بعض کو یقین نہ آتا تھا کہ کلاب آقا ان سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گیا ہے۔ اس شدید غم کی کیفیت سے متاثر ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فوت شدہ ماننے سے انکار کر دیا۔ اور تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے کہ جو شخص بھی یہ کہے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ آپ ہرگز فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن کیلئے اپنی قوم سے الگ ہو کر خدا تعالیٰ سے مناجات کرنے گئے تھے اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی عارضی طور پر ہم سے جدا ہوئے ہیں اور واپس تشریف لے آئیں گے۔ اس صدمہ حالی میں بعض صحابہ نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف آدمی دوڑائے۔ جب آپ تشریف لائے تو سیدنا و مولانا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک کے پاس حاضر ہوئے جو سفید کپڑے میں لپیٹی پڑی تھی۔ اس مبارک چہرے سے کپڑا اٹھایا اور یہ دیکھ کر کہ واقعی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے جھک کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ خدا تعالیٰ آپ پر دو موتیں اکٹھی نہیں کرے گا۔ یعنی یہ کہ آپ مر کر پھر زندہ اور زندہ ہو کر پھر نہیں مریں گے یا معنوی لحاظ سے یہ مراد ہوگی کہ آپ کا جسم تو مر گیا لیکن آپ کا دین ہمیشہ زندہ رہے گا۔ بہر حال یہ کہہ کر آپ روتے ہوئے باہر صحابہ کے مجمع میں سے تشریف لائے اور ان کے درمیان کھڑے ہو کر بعض آیات کی تلاوت کی جن میں سے پہلی یہ

معنی کہ :-

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۖ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَلَا  
تَعْقِلُونَ ۚ

(ال عمران ۴۰ پارہ ۴ - رکوع ۶)

یعنی نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر خدا کے رسول۔ ان سے پہلے جتنے رسول تھے  
سب گزر گئے۔ پھر اگر آپ بھی وفات پا جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے ؟  
روایت آتی ہے کہ اس آیت کو سنتے ہی صحابہ کو یقین ہو گیا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
وفات پا چکے ہیں۔ اللہ حضرت عمرؓ کا تو یہ حال ہوا کہ صد مہلکی شدت سے نیم جان ہو گئے گھٹنوں  
میں سکت باقی نہ رہی اور لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑے۔ صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یوں محسوس  
ہوا جیسے یہ آیت پہلی مرتبہ نازل ہوئی ہو یعنی اس کا یہ مفہوم پہلی مرتبہ ہم پر روشن ہوا کہ رسول  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کی طرح وفات پا جائیں گے۔

پھر کیا ہمیں علماء دے یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ اگر اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا  
تھا کہ جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام نبی فوت ہو گئے اسی طرح رسول  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وفات پا جائیں گے تو کیوں حضرت عمرؓ اور ان کے ہم خیال  
صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے تلواریں سونتتے ہوئے یہ سوال نہ کیا کہ جس آیت کی رو سے  
تم سید المرسلین آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دیتے ہو وہ تو ایک ادنیٰ شان کے نبی  
یعنی مسیح ناصریؑ کو بھی مارنے کی طاقت نہیں رکھتی اگر وہ اس آیت کے باوجود زندہ آسمان  
پر چڑھ سکتے ہیں تو کیوں ہمارا آقاؐ ایسا نہیں کر سکتا جو ہر دو عالم تھا اور سب نبیوں کی ہدایت  
اسے عطا ہوئی تھی یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ مقصود عالم کہ جس کی خاطر کائنات کو پیدا کیا گیا  
اُسے تو یہ آیت مگر زیر زمین سلا دے اور ایک ادنیٰ شان کے نبی کو جو اس کی غلامی پر غنہ

کرنے کے لائق تھا جسم سمیت زندہ اٹھا کر چوتھے آسمان پر لے جا بٹھائے ! لیکن ایسا نہیں ہوا اور کسی ایک صحابیؓ کی زبان پر بھی یہ اعتراض نہ آیا۔ ان میں ابو بکرؓ بھی تھے اور عمرؓ بھی اور عثمانؓ بھی اور علیؓ بھی اور پھر عائشہؓ بھی انہی میں تھیں۔ اور فاطمہ الزہراءؓ بھی۔ یہ سب عشاقِ رسول اس وقت موجود تھے لیکن کسی ایک نے بھی تو اعتراض کے لب نہیں کھولے اور سب نے اپنے مولا کی رضا اور اس کی قضاء کے حضور روتے روتے سر جھکا دیئے !! قرآن کا ہر فیصلہ ان کے لیے ناطق اور آخری تھا ! اللہ اللہ صحابہؓ کے تقویٰ اور رُوحِ اطاعت کی کیا شان تھی !! ایک طرف تو دُورِ عشق کا یہ عالم کہ اپنے محبوب رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا تصور بھی برداشت نہ تھا۔ اور ہاتھ اٹھ کر تلواروں کے قبضوں پر پڑتے تھے۔ کہ جو کوئی اس رسول کی وفات کی خبر زبان پر لائے گا۔ اس کا سرتن سے جدا کر دیا جائے گا۔ پھر کہاں اطاعتِ خداوندی کا یہ بے مثال منظر کہ قرآن کے ایک چھوٹے سے کلمے کی خاطر بے چون و چرا اُسی رسول کی جُدائی برداشت کر گئے کہ جسے زندہ رکھنے کی خاطر ان میں سے ہر ایک کو ہزار جاہیں بھی دینی پڑتیں۔ صد ہزار بلکہ بھی مرنا پڑنا تو دریغ نہ کرتے دیکھو دیکھو کلامِ الہی کے ان چند الفاظ نے کیسا تغیرِ عظیم برپا کیا۔ کہ وہ عشاق جو چند لمحے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر زبان پر لانے والوں کی جان کے دھپے تھے۔ خود ان کی اپنی جان کے لائے پڑ گئے اور قوی سیکلِ جوانِ غم و اندوہ کی شدت سے پچھاڑ کھا کھا کر زمین پر گرے ! لیکن یہ دھم تک کسی کے دل میں نہ گذرا کہ قرآن کی ایک چھوٹی سی آیت کی تاویل اپنی مرضی کے مطابق کر لیں۔ اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تسلیم کرنے سے انکار کر دیں !!! پھر دیکھو سب کل کے علماء کو کیا ہو گیا !! کیوں ان کی محبت کے دھارے رسولِ مکی و مدنی سے رُخ موڑ کر مسیحِ ناصریؑ کی جانب بہنے لگے اور کیوں بنی اسرائیل کے اس گذرے ہوئے رسول کی محبت میں ایسے مد سے گذر گئے کہ قرآن کے واضح ارشادات کو بھی پس پشت ڈالنے کی جرأت کرنے لگے۔ . . . . . یہاں تک کہ جن الفاظ میں یہ علماء



خود ہی مانتے ہیں کہ قرآن کریم نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر دی تھی۔ قَدْ  
تَحَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کے وہی بعینہ وہی الفاظ جب مسیح ناصری کے حق میں  
استعمال ہوئے تو اس آیت کے معنی کچھ اُرد کرنے لگے۔ کاش وہ حسان بن ثابتؓ کی اندھی  
مگر پُر بصیرت آنکھ ہی سے عرب میں عامر ہونے والے اُس نور کو دیکھنے کی قدرت رکھتے  
اور اس انسانِ کامل کے حُسن کو سراہنا جانتے۔ کہ جو مجسم نور تھا اور جس نے صحابہؓ کے قلوب کو کمال  
حُسن سے شیفہ و فریفتہ کر رکھا تھا۔ کاش وہ حسان بن ثابتؓ کے ہمنوا ہو کر فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ  
وسلم کو مخاطب کر کے کہہ سکتے۔

كُنْتُ السَّوَادَ بِنَاظِرِي۔ فَعَيْنُكَ عَلَيَّ الشَّاطِرُ

مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ۔ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَادِرُ

کہ اے میرے محبوب! تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ پس آج میری آنکھ کی پتلی  
تیری وفات سے اندھی ہو گئی۔ اب تیرے بعد جو چاہے مرنے لے۔ مجھے  
تو اب تیری ہی موت کا ڈر تھا۔

یہ وہ شعر ہیں جو ایک نابینا شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کے وصال پر آپ کو مخاطب کر کے کہے تھے۔

اے آقائے مسمیٰ و مدنی کی محبت کا دم بھرنے والو دیکھو! یہ تھی وہ رُوح جس رُوح  
کے ساتھ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے اپنے محبوب آقاؐ کے ساتھ ہم مثال محبت کی۔ ان کے نزدیک  
اگر دنیا میں کوئی انسان نیک و پیکار حق رکھتا تھا تو فقط وہ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے  
اور ان کی وفات کے بعد انہیں کچھ بھی اس امر کی پرواہ نہ تھی کہ خطۂ ارض پر آنے والے ہر  
زمانے کے تمام رسول سب از د نفع فوت ہو جائیں۔ لیکن ہمارے ان کرم فرما علماء کو بھی ذرا  
دیکھو کہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مارے دیتے ہیں اللہ مسیح ناصریؑ کی زندگی کے کیسے

خواہاں ہیں! ہاں اسی کی زندگی کے خواہاں ہیں۔ کہ جس کی زندگی خود انہی کے عقائد ان کے دل و جان سے عزیز و نظریات اور تناظر کی موت ہے۔ ہاں اس کی زندگی کے خواہاں ہیں کہ جس کی زندگی کے باطل تصور نے دنیا کو مشرق سے تا مغرب شرک سے بھر دیا ہے، اور عیسائیت کے مقابل پر اسلام کو محض بے درست و پا کر رکھا ہے۔

آخر میں لدھیانوی صاحب کو ہمارا اہم و اہم مشورہ ہے کہ جس عیسیٰ کو آپ دلائل کی روش سے آسمان پر چڑھانے میں بُری طرح ناکام رہے ہیں عللاً اسے زمین پر اتارنے میں بھی کلیتہً ناکام رہے ہیں۔ پس اگر آپ کی یہ دعا قبول نہیں ہوتی کہ اے اللہ پُر اسے عیسیٰ کو ہی آسمان سے بھیج دے تو اب یہی دعا کیجیے کہ خدا تعالیٰ آپ کو وہ موت دے جس کے معنی بقول آپ کے زندہ آسمان پر چلے جانا ہے۔

عیسیٰ آسمان سے اتریں یا نہ اتریں جس دن آپ آسمان پر چڑھ گئے تب بے شک آپ کے مرید ہم پر حجت کرنے کا حق رکھیں گے۔ اور جب تک ایسا نہیں ہوتا آپ ہم سے اس مسئلہ پر گفتگو کرنے کے مجاز نہیں رہے۔

